﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد12 | جمعۃ المبارک 02/ستمبر 2005ء | 28/رجب 1426 ہجری قمری ۞ 02/ تبوک 1384 ہجری شمسی | شمارہ 35

نور کے حصول کی دعا

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:۔

اے اللہ میرے دل اور میری زبان میں نور بھر دے اور میرے کانوں اور میری آنکھوں میں نور عطا کر اور میرے اوپر اور نیچے اور دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے اور میرے نفس میں نور رکھ دے اور نور کا وافر حصہ عطا فرما۔

(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب الدعا فی صلوٰۃ اللیل)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

سچے علوم کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔

جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلقات پیدا کر لے وہ ان فیوض سے بہرہ ور ہوسکتا ہے جو پہلے راستبازوں کو دئے گئے تھے۔ ولی بننے کے لئے خداداد قویٰ سے کام لو۔

”اللہ تعالیٰ نے سچے علوم کا منبع اور سرچشمہ قرآن شریف میں اس اُمّت کو دیا ہے۔ جو شخص ان حقائق اور معارف کو پالیتا ہے جو قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں اور جو محض حقیقی تقویٰ اور خشیۃ اللہ سے حاصل ہوتے ہیں، اُسے وہ علم ملتا ہے جو اس کو انبیاء بنی اسرائیل کا مثیل بنا دیتا ہے۔ ہاں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ایک شخص کو جو ہتھیار دیا گیا ہے اگر وہ اُس سے کام نہ لے تو یہ اُس کا اپنا قصور ہے نہ کہ اُس ہتھیار کا۔ اِس وقت دنیا کی یہی حالت ہو رہی ہے۔ مسلمانوں نے باوجودیکہ قرآن شریف جیسی بے مثل نعمت ان کے پاس تھی جو اُن کو گمراہی سے نجات بخشتی اور ہر تاریکی سے نکالتی ہے لیکن انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کی پاک تعلیموں کی کچھ پروا نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسلام سے بالکل دُور جا پڑے ہیں یہاں تک کہ اب اگر حقیقی اسلام ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو چونکہ وہ اس سے بکلّی بے خبر اور غافل ہیں اس لئے حقیقی مومن کو بھی کافر کہہ دیتے ہیں۔

بہت سے لوگ ہیں جو اوباشانہ اور عیاشانہ حالات زندگی رکھتے ہیں اور وہ دنیا کا فخر، دنیا کی عزت اور املاک و دولت چاہتے ہیں۔ اس قسم کی آرزوؤں اور تمناؤں اور ان کے پورا کرنے کی تدبیروں اور تجویزوں میں ہی اپنی عمر کھو بیٹھتے ہیں۔ اُن کی آرزوؤں کی انتہا نہیں ہوتی کہ پیغامِ موت آجاتا ہے۔ اب اُن کو بھی اللہ تعالیٰ نے قویٰ تو دئے تھے۔ انہیں قویٰ سے اگر کام لیتے تو حق کو پالیتے۔ اللہ تعالیٰ نے تو کسی سے بخل نہیں کیا، لیکن ایسے لوگ خود قویٰ سے کام نہیں لیتے۔ یہ ان کی اپنی بدبختی ہے۔ نیک بخت اور مبارک ہے وہ شخص جو اُن خداداد قویٰ سے کام لے۔

بہت سے آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب اُن کو کہا جاتا ہے کہ تم خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے اوامر کی پیروی کرو اور نواہی سے پرہیز کرو۔ تو وہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے کیا ولی بننا ہے ؟ اس قسم کا کلمہ میرے نزدیک کلمہ ٔ کفر ہے۔ یہ خدا تعالیٰ پر بدگمانی ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور کیا کمی ہے۔ اُس کے پاس سرکار کی طرح کوئی محدود نوکریاں تو نہیں ہیں جو ختم ہو جائیں۔ بلکہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلقات پیدا کر لے وہ ان فیوض سے بہرہ ور ہوسکتا ہے جو پہلے راستبازوں کو دئے گئے تھے۔ بر کریماں کارہا دُشوار نیست۔ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے محبوب بندوں کا نام ولی رکھا ہے تو کیا ولی بنانا خدا تعالیٰ کے نزدیک مشکل ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ اُس کے نزدیک بہت سہل امر ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ انسان راستی کے ساتھ اس کی راہ میں قدم رکھنے والا ہو اور اس کے راستے میں صبر و استقلال اور وفاداری کے ساتھ چلنے والا ہو۔ کوئی دُکھ اور تکلیف اور مصیبت اس کے قدم کو ڈگمگا نہ سکے۔ جب انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرتا ہے اور اُن باتوں سے الگ ہو جاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ناراضمندی کا موجب ہوتی ہیں اور سچی پاکیزگی اور طہارت اختیار کر لیتا ہے اور گندی باتوں سے پرہیز کرتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ایک تعلق پیدا کر لیتا ہے اور اس کے قریب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے دُوری اختیار کرے اور گندگی سے نکلنے کی کوشش نہ کرے تو پھر خدا تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتا جیسے کہ فرمایا ﴿فَلَمَّا زَاغُوْآ اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ (سورۃ الصّف:6)“۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 232-233 جدید ایڈیشن)

فرمودات خلفاء

نوجوانوں کو ذکر الٰہی کی رغبت دلائی جائے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خدام الاحمدیہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:۔

”جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے نماز ایک قشر ہے اور اس کی اصل غرض یہ ہے کہ دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور ذکر الٰہی کا اُنس پیدا ہو۔

اس لئے مَیں انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نوجوانوں میں اس قسم کے وعظ کثرت سے کرائیں (ذکر الٰہی کا اُنس آج کل مغربی اثر کے ماتحت بہت کچھ کم ہوتا جاتا ہے) جن میں ذکر الٰہی کی اہمیت بیان کی گئی ہو اور انہیں بتایا جائے کہ جب تک وہ مسجد میں بیٹھنے اور ذکر الٰہی کرنے کی عادت اختیار نہیں کریں گے اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضلوں کے نشانات کا وہ مشاہدہ نہیں کرسکیں گے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار، سچے رؤیا و کشوف اور الہامات وغیرہ انہیں نہیں ہوسکیں گے جب تک وہ ذکر الٰہی کی طرف توجہ نہیں کریں گے۔ خالی خولی نماز پڑھ کر چلے جانا اور باقی وقت گپوں میں ضائع کر دینا بہت بری بات ہے۔ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار قلب پر نازل نہیں ہوتے۔ الّا ماشاء اللہ کسی پر احسان کر کے خدا تعالیٰ کوئی نور نازل کر دے تو اور بات ہے۔

پس خدام الاحمدیہ کے افسروں کو چاہئے کہ وہ خصوصیت سے مختلف مساجد اور مختلف حلقوں میں اس قسم کے وعظ کرائیں تاکہ نوجوانوں کے دلوں میں عبادت اور ذکر الٰہی کا شوق پیدا ہو۔ اب تک خدام الاحمدیہ کی طرف سے اس قسم کی بہت کم کوشش کی گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اول تو نوجوان مسجد میں کم آتے ہیں اور جو آتے ہیں وہ اس تاڑ میں رہتے ہیں کہ امام کب آتا ہے تاکہ وہ اسی وقت مسجد میں آئیں جب امام آئے۔ اس سے پہلے انہیں مسجد میں آکر بیٹھنا نہ پڑے۔ گویا مساجد ان کے نزدیک ایسی چیز ہوتی ہے جیسے انگاروں پر چلنا۔ جس طرح انگاروں پر چلنے والا جلدی جلدی چلتا ہے کہ کہیں میرے پیر نہ جل جائیں اسی طرح وہ بھی چاہتے ہیں کہ مسجد میں تھوڑے سے تھوڑا عرصہ ٹھہریں اور جلد سے جلد چلے جاویں۔ پھر بجائے اس کے کہ وہ مسجد میں خاموشی سے بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، دو دو مل کر باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ مساجد اس لئے نہیں ہوتیں کہ ان میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کی جائیں۔ مسجد میں یا تو دینی باتیں ہونی چاہئیں اور یا پھر انسان کو ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے۔ جبتک نوجوانوں میں یہ روح پیدا نہیں ہوتی میں نہیں سمجھ سکتا ان میں خشیت اللہ کس طرح پیدا ہو سکتی ہے۔ اور جبتک کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت پیدا نہیں ہوتی ہم کس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک سچا احمدی ہے“۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 301-302)

اداریہ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ

جماعت احمدیہ کی مخالفت کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی جماعت احمدیہ کی زندگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیح موعود کے ساتھ ہی بعض علماء نے پوری شدت کے ساتھ حضور کی مخالفت شروع کردی اور کوشش کی کہ جماعت کا نام ونشان ختم کر دیا جائے۔ حضور نے اس مخالفت کو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہونے والی حق وصداقت سے شیطان دشمنی کے مطابق سنت انبیاء کے مطابق ہی سمجھا اور اس کا مقابلہ بھی اسی طریق پر کیا جس طرح اولیاء اللہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ؎

گالیاں سن کر دعا دو پاکے دکھ آرام دو　　　کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

دعاؤں، انابت الی اللہ، کثرت ذکر الٰہی اور درود شریف کی برکت سے آپ نے قرب اور فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر کے دشمنوں کو خدا تعالیٰ کے مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔ آپ کا طریق یہی تھا کہ ؎

عدو جب بڑھ گیا شور وفغاں میں　　　نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

اور اس طرح آپ کی مخالفت خدا تعالیٰ کی مخالفت ہوگئی اور خدا تعالیٰ آپ کا ولی ومددگار ہوگیا۔ دشمن کے سب وار ناکام ہونے لگے۔ تائید ونصرت کے جلوے ظاہر ہونے لگے اور شدید مخالفت کے مقابلہ میں کامیابی پر کامیابی اور فتح ونصرت کے نشانات دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کرنے لگے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقدمہ کے سلسلہ میں ایک ہندو مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش تھے۔ اس مجسٹریٹ کے متعلق عام تأثر یہ تھا کہ وہ حضور کو تکلیف پہنچانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کرے گا۔ اور اس مقصد کے لئے اپنے اختیارات سے پورا فائدہ اٹھائے گا۔

مقدمہ کی کارروائی کے دوران ایک موقع پر مجسٹریٹ نے حضور سے استفسار کیا کہ کیا آپ کو خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا ہے کہ آپ کی اہانت کرنے والا ذلیل کیا جاوے گا۔ حضور نے بڑی متانت اور وقار سے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ جس پر مجسٹریٹ نے دوبارہ پوچھا کہ اگر مَیں بھی ایسا کروں تو؟ خواہ کوئی بھی اہانت کرے؟ حضور نے بڑے مضبوط انداز سے فرمایا کہ ہاں۔

حق وصداقت اور خدا تعالیٰ پر ایمان وتوکل کے اس شاندار مظاہرے پر مجسٹریٹ مبہوت ہو کر رہ گیا اور اس نے یہ بات یہاں پر ہی ختم کر دی۔ اگر وہ اپنی بات کو اس کے منطقی نتیجہ تک پہنچاتا تو یقیناً خدا تعالیٰ کی قہری تجلی کا نشان اس طرح دیکھتا جس طرح پنڈت لیکھرام نے دیکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مخالفت کے وقت جو دعا کیا کرتے تھے اور جس کی یاد دہانی ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں فرمائی ہے، وہ یہ ہے:

”اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ“۔

اس میں اولیاء اللہ کی بظاہر کمزوری اور کسمپرسی کا پورا نقشہ آجاتا ہے کہ گویا یہ دعا کی جارہی ہے کہ اے خدا ہم ان دشمنوں کی مخالفت کا مقابلہ کرنے کی طاقت واستطاعت نہیں رکھتے۔ اے خدا تو ہی ہماری طرف سے ان کا مقابلہ فرما اور ہمیں ان کی ایذا رسانیوں، شرارتوں اور ان کے بدنتائج سے محفوظ رکھ۔

جس طرح جماعت کی مخالفت کی تاریخ بہت پرانی ہے اسی طرح خدا کی تائید ونصرت کے جلووں کا بھی کوئی شمار نہیں ہے۔ 1953ء میں جماعت کی مخالفت میں اتنی شدّت تھی کہ مخالفین کے زعم کے مطابق جماعت اس کی تاب نہ لاسکے گی اور جماعت کا نام ونشان ختم ہو جائے گا۔ اسی مخالفت کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کے بعض اکابر علماء وبزرگوں کی ملاقات اس وقت کی مخالفت کے ایک بہت بڑے چیمپین، جماعت اسلامی کے سربراہ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے ہوئی تو انہوں نے جماعت کے امام کے نام یہ پیغام دینا ضروری سمجھا کہ آپ اپنے عقائد اور طریق کار پر نظر ثانی کر کے انہیں تبدیل کر دیں ورنہ اس وقت جو تحریک شروع ہوئی ہے اس سے جماعت کا ختم ہو جانا ایک یقینی امر ہے۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری جو اس ملاقات کرنے والے وفد میں شامل تھے وہ بتایا کرتے تھے کہ مَیں نے مودودی صاحب کو اس وقت جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایسی مخالفت جماعت کے لئے کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔ مگر مودودی صاحب کو اصرار تھا کہ ایسی منظّم اور شدید مخالفت کا اس سے پہلے جماعت نے کبھی سامنا نہیں کیا۔ حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ اس پر انہیں جواب دیا گیا کہ اگر تو یہ جماعت الٰہی جماعت ہے تو مخالفت کتنی بھی شدید اور زیادہ ہو وہ اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکے گی۔ اور اگر ہمارا یہ دعویٰ غلط ہے کہ یہ الٰہی جماعت ہے تو پھر تو اس کا مٹ جانا ہی درست ہے۔ .... اس شدید مخالفت کے زمانہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کے نام اپنے ایک ولولہ انگیز پیغام میں فرمایا:

”برادران! ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

الفضل کو ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احمدیت کے باغ کو جو ایک ہی نہر لگتی تھی اس کا پانی روک دیا گیا ہے۔ پس دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔ اس میں سب طاقت ہے۔ ہم مختلف اخباروں یا خطوں کے ذریعہ سے آپ تک سلسلہ کے حالات پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں گے اور انشاء اللہ آپ کو اندھیرے میں نہیں رہنے دیں گے۔ آپ بھی دعا کرتے رہیں، مَیں بھی دعا کرتا ہوں، انشاء اللہ فتح ہماری ہے۔ کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لئے دوڑا آرہا ہے ۔ وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دُور ہو جائیں گے۔ تم اپنے نفسوں کو سنبھالو اور نیکی اختیار کرو۔ سلسلہ کے کام خدا خود سنبھالے گا۔　　　خاکسار۔

مرزا محمود احمد۔ 3/مارچ 1953ء“

(عبدالباسط شاہد)

”اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر“

سب دکھ درد کروں گا دور
”اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر“

گم تھے نام ہوئے مشہور
خوش ہیں لوگ جو تھے رنجور
مجبوری، نہ کوئی مجبور
طاعت کے نشے میں چُور
گاتے ہیں الہامِ حضورؑ
”اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر“

لاتعداد تری تعداد
رکھوں گا تجھ کو آباد
بھیج کے مَیں اپنی امداد
کر دوں گا دشمن برباد
اس نے کہا جو ہے غیّور
”اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر“

تھوڑا صبر بہاروں تک
کر پیغام ستاروں تک
نام زمین کے غاروں تک
اور تبلیغ کناروں تک
قدرت کو یہ ہے منظور
”اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر“

حیلوں اور وسیلوں کا
اک انبار دلیلوں کا
دوں گا اصل اصیلوں کا
لشکر ایک وکیلوں کا
جھک جائے گا سر مغرور
”اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر“

سورج صبح نکلنے تک
اور پھر دن کے ڈھلنے تک
ہر طوفان کے ٹلنے تک
دشمن سوچ پگھلنے تک
طائف ہو یا کوہِ طُور
”اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر“

لطف لحاظ لٹاؤں گا
برکت بحر بہاؤں گا
تیرے درد بٹاؤں گا
اپنے ہاتھ مٹاؤں گا
فتنے، فتوے، فسق، فجور
”اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر“

جب ظلّام کا ریلہ تھا
وہ موعودؑ اکیلا تھا
محفل تھی یا بیلہ تھا
میرے ساتھ کا میلہ تھا
مثلِ مسیحائے پُر نورؑ
”اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر“

نام پیام مٹائیں گے
فتوے بیش لگائیں گے
بے جا شور مچائیں گے
تیرا درد بڑھائیں گے
جب بھی قوم کے یہ ناسور
”اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر“

(طاہر عدیم۔ جرمنی)

تقریر برموقع جلسہ سالانہ U.K 2005ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسلام کے لئے غیرت

(چوہدری حمید اللہ ۔ وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ)

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ (الصف:10)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کردے خواہ مشرک برا منائیں۔

(ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ فداہ امی وابی کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام اور مسلمانوں پر ان کے پورے عروج کے بعد ایک ایسا زمانہ آنا تھا جب مسلمان مذہبی، دینی، اقتصادی اور سیاسی تنزل کا شکار ہو جائیں گے اور اپنی تمام شان وشوکت کھو بیٹھیں گے اور اسلام کی شان وشوکت کو بھی گرہن لگ جائے گا اور محمد ﷺ کا دین انتہائی ضعف کا شکار ہو جائے گا اور مسلمانوں اور اسلام پر ہر طرف سے ان کے دشمن یلغار کریں گے اور دجالی فتنے پورے زور سے سر اٹھائیں گے اور یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا کہ وہ اسلام کے خلاف میدان جنگ میں کود پڑیں تب محمد مصطفی ﷺ کے خدا کی غیرت پھر جوش میں آئے گی اور زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے ایک وجود نازل ہوگا جس کے ذریعے سے اسلام کے باغ میں پھر بہار آئے گی اور مسلمانوں کی شوکت اور غلبہ دوبارہ دنیا میں قائم ہوگا۔ اور جس کے ذریعے سے قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے گا۔ اور جب یہ غلبہ اپنی انتہاء پر پہنچے گا تو ایک ہی رسول ہوگا، ایک ہی کتاب ہوگی، ایک ہی مسیح ومہدی ہوگا اور باقی تمام ادیان اچھوتوں کی طرح رہ جائیں گے۔

عین پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں پر یہ ادبار کا زمانہ آیا اور خاص طور پر عیسائیت کا حملہ اسلام پر پوری طاقت سے کیا گیا۔ ہندوستان خصوصی طور پر ایک مذہبی جنگوں کا اکھاڑا بن گیا۔ بیسیوں بلکہ سینکڑوں مولوی کہلانے والے اور حفاظ قرآن اس عیسائیت کی یلغار کے سامنے ہتھیار پھینک بیٹھے اور جو اسلام کے منادی تھے وہ پادری بن کر عیسائیت کے منادی ہو گئے اور عیسائیوں اور پادریوں کی طرف سے یہاں تک بڑیں ماری گئیں کہ پنجاب کے لیفٹنٹ گورنر چارلس ایچی سن نے 1888 میں اپنی ایک تقریر میں کہا:

"جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے 5,4 گنا زیادہ تیز رفتاری سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے"۔ (The Missionary by Clark مطبوعہ لندن صفحہ 234)

اسی طرح 1897 میں پادری ڈاکٹر جان ہنری بیروز نے ہندوستان میں یہ اعلان کیا:

"اب میں اسلامی ملکوں میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار اگر ایک طرف لبنان پر جلوہ فگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کے نور سے جگمگا رہا ہے۔ یہ صورتحال اس آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ ہے جب قاہرہ، دمشق اور تہران خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتی کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی خداوند یسوع مسیح کے شاگردوں کے ذریعے مکہ اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگی اور بالآخر وہاں صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ حقیقی اور واحد خدا کو اور یسوع مسیح کو جانے جس کو تونے بھیجا ہے"۔

(Christianity by John Henry Barros page 42)

اس وقت صرف ایک دل تھا جو تڑپا اور بے قرار ہوا اور اپنے خدا کی طرف جھکا اسی طرح جس طرح آپ کے آقا محمد مصطفی ﷺ فداہ امی وابی بت پرستی کی یلغار اور توحید کی حالت زار کو دیکھ کر غار حرا میں خدا کے حضور جھکے تھے۔ یہ وجود بھی ایک معنوی غار حرا میں اپنے غم کو یوں بیان کرتا ہے:-

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے درکار خود با دین احمدؐ کار نیست

ترجمہ: دین احمد بیکس ہوگیا کوئی اس کا غم خوار نہیں۔ ہر کوئی اپنے اپنے کام میں مصروف ہے دین احمدؐ سے کوئی واسطہ نہیں۔

اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حالِ دین
آنچہ می بینم بلاہا حاجت اظہار نیست
آنچہ بر ما می رَوَد از غم کہ داند جز خدا
زہر می نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست

ترجمہ: اے مسلمانوں خدارا ایک نظر دین کی حالت کی طرف ڈالو۔ جو بلائیں میں دیکھ رہا ہوں ان کے اظہار کی حاجت نہیں۔ غم جو ہم پر گزر رہا ہے اس کو خدا کے سوا کون جان سکتا ہے۔ ہم زہر پی رہے ہیں پر بولنے کی طاقت نہیں۔

آپ کو اسلام کا جو غم لاحق تھا اس کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے لکھا:

"عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہ کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعے ایک خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے..... خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا تو ہم پر اپنی رحمت ونصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلائے عظیم سے نجات بخش"۔

(آئینہ کمالات اسلام عربی عبارت صفحہ 15)

عنفوان شباب میں جہاں ایک طرف آپ اپنے اس غم میں گھل گھل کر خدا کے حضور روتے اور گڑگڑاتے تھے وہاں دوسری طرف آپ تمام مذاہب کا بغور مطالعہ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ خدا کی طرف سے اس معرفت پر قائم کئے گئے کہ سوائے دین اسلام کے اور کوئی دین سچا نہیں۔ تب آپ مرضیٔ الٰہی کے مطابق میدان میں کودے اور شیروں کیطرح تمام دشمنان اسلام پر یلغار کر دی۔ اور اس طرح پے در پے حملے کئے کہ دشمنان اسلام کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ آپ اکیلے اور تنہا تھے لیکن خدا کے ایسے جرنیل تھے کہ جس نے قادیان کی غیر معروف بستی سے تمام عالم کو للکارا اور ہر جگہ اسلام کی صداقت کے جھنڈے گاڑتے گئے یہاں تک کہ آپ کے مخالفوں کو بھی آپ کی وفات کے موقع پر یہ اعتراف کرنا پڑا کہ:

"اُن کا ایک بڑا شخص اُن سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو ان کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی۔ خاتمہ ہو گیا"۔ (اخبار وکیل امرتسر)

آپ اسلام کے لئے جو درد اور غیرت رکھتے تھے وہ اسی درد اور غیرت کا مظہر تھی جو آپ کے آقا کو توحید کے لئے تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ رسول کریم ﷺ اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے اگر انتقام لیتے تھے۔ تو صرف خدا کی غیرت میں خدا کے نام کی وجہ سے۔ اور آپ ﷺ کو اس پر کوئی اختیار نہ تھا اور ایک بے ساختہ ردعمل تھا۔

(بخاری کتاب الحدود)

اور یہی بے ساختگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت میں بھی ودیعت تھی۔ حضرت مفتی محمد صادقؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور کے کمرہ کے دروازے پر دستک ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے مفتی محمد صادق صاحبؓ جو اس وقت آپ کے پاس تھے ان کو فرمایا کہ باہر جا کر دیکھو۔ مفتی صاحب باہر گئے اور آ کر حضور کو بتایا کہ مولوی محمد احسن صاحبؓ یہ بتانے آئے ہیں کہ فلاں مولوی سے ان کی بحث ہوئی ہے اور انہوں نے اس کو شکست دے دی ہے۔ حضور نے فرمایا: "میں زوردار دستک سے یہ سمجھا تھا کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے اور یہ اس کی خبر لائے ہیں"۔

(سیرۃ المہدی روایت 302 ذکر حبیب حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضور کے دعویٰ کے بعد ایک شخص نے عیسائیوں کے خلاف کتاب لکھی اور اس کا ذکر منشی صاحب نے حضورؑ سے کیا اور یہ کتاب دکھائی تو آپ نے بے ساختہ یہ جواب دیا کہ: "جب مسلمانوں کے سینکڑوں بچے عیسائی ہو گئے اس وقت کتاب نہ لکھی۔ اب جو مصنف کا اپنا بچہ عیسائی ہو گیا تو یہ کتاب لکھی۔ اس میں برکت نہیں ہو سکتی"۔

عالم شباب ہی میں دین کے لئے غیرت میں ایسی بے ساختگی کا ایک اور واقعہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت منشی احمد جان صاحب آف لدھیانہ جو علم توجہ کے بہت ماہر تھے انہوں نے ایک دفعہ آپؑ کی جوانی میں آپ سے عرض کیا کہ حضرت میں یہ کر سکتا ہوں کہ اگر میں کسی شخص پر توجہ ڈالوں تو وہ تڑپ کر زمین پر گر جاتا ہے۔ حضور نے جواب دیا: "منشی صاحب اس سے اس کی روحانیت کو کیا فائدہ پہنچا، یا آپ کی روحانیت کو کیا فائدہ پہنچا اور اس کی نفس کی پاکیزگی اور خدا کے تعلق میں کیا ترقی ہوئی"۔

منشی احمد جان صاحب کی طبیعت پر آپ کی دین کے لیے حمیّت اور خدا اور رسول کے لئے غیرت کا اتنا گہرا اثر تھا کہ آپ نے حضورؑ کے حق میں فرمایا:

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

(سیرت المہدی حصہ اوّل روایت 143)

وہ کیا عظیم الشان خادم رسول تھا کہ جوانی ہی سے بس ایک ہی دھن میں غرق تھا کہ کسی طرح اسلام، خدا کی توحید اور حضور ﷺ کی حقانیت کا پرچم بلند ہو جائے اور اس نے سب دنیوی فکروں سے آزاد ہو کر اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کر دیا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے سکھ سردار جھنڈا سنگھ نے حضور رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ ابتدائی جوانی کے زمانے میں اکثر ان کو کہا کرتے تھے کہ: "میرے والد صاحب سے سفارش کرو کہ مجھے خدا اور دین کی خدمت کرنے دیں اور مجھے دنیوی کاموں سے معاف رکھیں"۔

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام صفحہ 6)

اسی طرح خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قادیان کے قریب کاہلواں گاؤں کے ایک سکھ دوست تھے انہوں نے آپؓ کو بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب نے ان کو حضورؑ کی جوانی کے زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ میری موت کا وقت قریب ہے تم جا کر اُسے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہو کہ کوئی ملازمت وغیرہ کریں۔ جب اس سکھ دوست نے حضورؑ کو آپ کے والد کا پیغام دیا تو آپ نے فرمایا:

"بڑے مرزا صاحب خواہ مخواہ فکر کرتے ہیں۔ مَیں نے جس کا نوکر ہونا تھا اس کا نوکر ہو چکا ہوں"۔

اس پر آپ کے والد صاحب نے کہا "اگر وہ کہتا ہے تو ٹھیک کہتا ہے"۔

(الفضل 20 جنوری 1935 الحکم 21 مئی 1943)

غرض آپ خدا کے شیر کی طرح میدان میں نکلے اور براہین احمدیہ کی اشاعت کے ساتھ اسلام کے قلمی جہاد کا آغاز فرمایا۔ اس کتاب نے مذہبی دنیا میں ایک کہرام برپا کر دیا۔ دشمنان اسلام کے اوسان خطا ہو گئے اور آسمان پر امید کی ایک کرن پھوٹی اور اس کتاب نے آپ کے معتقدین اور محبین کا ایک گروہ آپ کے گرد اکٹھا کر دیا۔ آپ کی زندگی کا یہ زمانہ وہ تھا جو آپ کے آقا حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا وہ زمانہ ہے جب آپ سب کی آنکھوں کا تارا تھے اور صدوق و امین کہلاتے تھے پھر آپ پر وہ زمانہ آیا جو آپ کے آقا ﷺ پر بھی آیا تھا جب آپ نے خدا کے حکم کے تابع اس کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اعلان کیا تو سوائے چند ایک کے جو کل تک ان کا پیارا تھا اس کی جان کے دشمن ہو گئے۔

اسی طرح جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے مامور کے طور پر کھڑا کیا تا مسیح اور مہدی دجل کی طاقتوں کو پاش پاش کر دے اور تا مہدی کے ذریعہ اسلام کو زندہ کیا جائے تو بہت سے جو اخلاص کا دم بھرتے تھے آپ کو چھوڑ گئے۔ لیکن جس طرح جب آپ کے آقا ﷺ اکیلے چھوڑ دیئے گئے تھے آپ نے اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹایا

تھا بلکہ ایک جرنیل کی طرح آگے ہی آگے قدم بڑھاتے رہے یہی حال آپ کے غلام کا تھا جس کا سہارا اس کا اپنا خدا تھا اور وہ جانتا تھا کہ ساری دنیا بھی اس کو چھوڑ دے تو اس کا خدا اس کو نہیں چھوڑے گا اور ضرور اور ضرور اور ضرور اس کے ہاتھ سے احیائے اسلام کا کام لے گا۔ سو وہ پوری قوت کے ساتھ ایک غیرت مند جرنیل کی طرح اس میدان میں اور آگے بڑھا اور ہر ہر قدم پر خدا نے اس کے لئے نشان ظاہر کئے اور اس کے دشمنوں کو ذلیل اور رسوا کر دیا اور اسلام کی فتح کے نشان اس طرح ظاہر ہوئے جس طرح نصف النہار کا سورج اور اس کے علم کلام کے سامنے کوئی نہ ٹھہرا اور اس کی غیرت اور فدائیت کے جذبے کے سامنے ہر جذبہ مغلوب ہو گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کو ہمیشہ یہ تڑپ رہی کہ جہاں آپ خدا کی توحید کے قیام اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے قلمی جہاد فرما رہے تھے آپ کے مقابل پر بھی کوئی میدان میں نکلے تا اس کے ذریعہ سے اس کی قوم پر ایک حجت ہو اور اسلام کے حق میں نہ صرف دلائل کے ساتھ بلکہ الٰہی نشانات کے ساتھ ایک فتح عظیم آپ کو عطا کی جائے۔ پھر الٰہی تقدیر نے ایسے مواقع پیدا کئے اور آتھم، ڈوئی، پادری لیفرائے، لیکھرام ایسے دشمنان اسلام کے خلاف اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عظیم عطا کر کے اسلام کی حقانیت پر مہر لگا دی۔

اس وقت مجھے آتھم کے ساتھ جو آپ کا مباحثہ ہوا اس کی تفصیل میں نہیں جانا۔ صرف دو باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا کی توحید کی کتنی غیرت تھی۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عیسائیوں کی طرف سے جنڈیالہ کے مسلمانوں کو مباحثہ کا چیلنج دیا گیا تھا اور اس چیلنج کو کوئی مسلمان مولوی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اگر کسی نے قبول کیا تو آپ نے کیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو اس بات کا انتہائی دکھ اور کرب تھا کہ عبداللہ آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ دجّال کہا تھا اور بحث کے دوران ضد اور جھوٹ اور گستاخی کی راہ کو اختیار کیا تھا۔ آپ نے اپنے آخری پرچے میں لکھا کہ:

"مَیں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تُو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے"۔

اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نشان بشارت کے طور پر دیا کہ "اس بحث میں دونوں فریقوں میں جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے...... وہ 15 ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے"۔ سو ایسا ہی ہوا۔

یہاں اس واقعہ کا بھی ذکر کر دوں جس کو میاں خیر الدین صاحب سیکھوانیؓ نے روایت کیا ہے کہ جن ایام میں عبداللہ آتھم کے ساتھ مباحثہ ہو رہا تھا گرمی کا موسم تھا اور اکثر پانی کی ضرورت پڑتی تھی۔ لیکن حضور علیہ السلام اور صحابہ کے لئے پانی گھر سے لے جایا جاتا تھا اور آپ کی غیرت یہ برداشت نہیں کرتی تھی کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں ان کے ہاں کا پانی بھی پئیں۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ روایت 1333)

پھر الیگزینڈر ڈوئی اسلام کے خلاف میدان میں نکلا اور اس نے اعلان کیا کہ "میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جاوے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر، اے خدا اسلام کو ہلاک کر دے"۔

(بحوالہ حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 505)

اور ڈوئی نے اپنے متعلق دعویٰ کیا کہ "اگر میں سچا نبی نہیں ہوں تو پھر روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو خدا کا نبی ہو"۔ (بحوالہ حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 505) اس وقت اس کے مقابل پر تمام عالم اسلام میں سے صرف ایک آواز تھی جو اٹھی اور وہ قادیان سے اٹھنے والی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آواز تھی اور آپ نے اس کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ آپ فرماتے ہیں "میرے دل کو دکھ دینے والی ایک یہ بات تھی..... کہ وہ نہایت درجہ پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 505)

ڈوئی نے حضور کے مباہلہ کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر آپ نے امریکہ کے مختلف اخباروں میں اس کو شائع کروا دیا اور اس مباہلہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بار بار خبر دی کہ وہ انتہائی ذلت اٹھانے کے بعد اپنے بدانجام کو پہنچے گا اور ایسا ہی ہوا۔ جو اسلام کو نعوذ باللہ ہلاک کرنا چاہتا تھا وہ مسیح موعود علیہ السلام کے اعجاز سے ذلت کی موت مرا۔ اس کی موت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔ (الحمد للہ کہ آج نہ صرف میری پیشگوئی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کمال صفائی سے پوری ہوگئی) اگر مَیں اس کو مباہلہ کے لئے نہ بلاتا اور اگر مَیں اس پر بددعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام کی حقّیت کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا"۔ (بحوالہ حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 513) یعنی اس کی عبرت ناک موت اسلام کی صداقت کا ایک نشان تھی۔ آج امریکہ میں ڈوئی کو کوئی نہیں جانتا اور اس کا شہر صیہون ایک انجان اور تباہ شدہ شہر ہے۔ لیکن مسیح موعود اور آپ کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا مشرق و مغرب میں لہرا رہا ہے۔

خدا نے اپنے اس شیر کے مقابل پر ہندوؤں میں سے یعنی آریہ سماج سے پنڈت لیکھرام کو نشان ٹھہرایا۔ وہ آپ کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گندہ دہانی میں تمام حدوں کو پار کر چکا تھا۔ جب آپ کے مقابل پر نکلا تو عین پیشگوئیوں کے مطابق خدا کے غضب کی چھری سے عید کے دوسرے دن قتل کیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے اس کو مخاطب کر کے یہ تنبیہ کی تھی کہ

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بُرّان محمدؐ
الا اے منکر از شان محمدؐ
ہم از نورِ نمایان محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

(آئینہ کمالات اسلام)

ترجمہ: خبردار اے اسلام کے نادان اور گمراہ دشمن تو محمدؐ کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر۔ اے وہ جو شان محمدؐ اور آپ کے کھلے کھلے نور کا منکر ہے اگرچہ کرامت بے نام و نشان ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے اس کا مشاہدہ کر۔

لیکھرام کے تعلق میں آپ کی غیرت اسلام کا ایک اور واقعہ بیان کرتا ہوں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ جب ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں ایک سٹیشن پر گاڑی کا انتظار کر رہے تھے اور آپ وضو کرنے میں مصروف تھے کہ وہاں پنڈت لیکھرام کا گزر ہوا اس نے آپ کو ہندوانہ طرز پر سلام کیا لیکن حضور نے کوئی جواب نہ دیا پھر اس نے دوسرے رخ سے آ کر سلام کیا تب بھی آپ نے جواب نہ دیا اور وہ وہاں سے چلا گیا جب صحابہ نے اس بات کا ذکر حضورؑ سے کیا تو آپ نے فرمایا "ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے"۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

"یہ اس شخص کا کلام ہے جو ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے مجسم رحمت تھا۔ ہندوؤں میں اس کے روز کے ملنے والے دوست تھے اور اس نے ہر کسی کے ساتھ انتہائی شفقت اور انتہائی ہمدردی کا سلوک کیا مگر جب اس کے آقا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت کا سوال آیا تو اس سے بڑھ کر ننگی تلوار کوئی نہ تھی"۔

(سیرت طیبہ صفحہ 30-31)

آپ کی اس کیفیت اور آپ جس طرح اسلام کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اللہ کی غیرت میں جہاد کرتے ہوئے تمام دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہوئے۔ جبکہ کسی اور مسلمان کو اس میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی اس نے آپ کے مخالفین کے دل و دماغ پر اتنا گہرا اثر چھوڑا کہ وہ یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوئے کہ:

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا ..... دنیا سے اٹھ گیا..... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دِکھا جاتے ہیں..... اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اُن کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی۔ خاتمہ ہو گیا۔ اُن کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے..... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا۔ قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں..... آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو"۔

(ابوالکلام آزاد اخبار وکیل امرتسر بحوالہ حیات طیبہ صفحہ 362)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمیشہ یہ درد اور تڑپ رہتی تھی کہ کسی طرح مذاہب اور خاص طور پر عیسائیت اور اسلام کا جھگڑا ہمیشہ کے لئے اسلام کے حق میں نپٹ جائے۔ چنانچہ 14 ستمبر 1894 میں آپ نے انجام آتھم میں اس غرض کے لئے دو تجاویز دیں۔ فرمایا:

"گورنمنٹ اپنی مہمات مُلکیہ میں مصروف ہے۔ اس کو اس فیصلہ کیلئے تو فرصت نہیں کہ توحید اور تین مجسم خداؤں کے عقیدہ کے بارے میں کچھ اپنی رائے لکھے اور وہ کارروائی کرے جیسا کہ تیسری صدی کے بعد کانسٹنٹائن فرسٹ (Constantine first) قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اڑھائی سو بشپ کو جمع کر کے اپنے اجلاس میں موحّد عیسائیوں اور تین اقنوم کے قائل عیسائیوں کا باہم مباحثہ کرایا تھا اور آخر کار فرقہ موحّدین کو ڈگری دی تھی اور خود ان کا مذہب بھی قبول کر لیا تھا ایسا ہی یہ گورنمنٹ عالیہ بھی کرے"۔

پھر دوسری تجویز دیتے ہوئے آپ نے لکھا:

"لیکن یہ گورنمنٹ ایسے تنازعات میں پڑنا نہیں چاہتی پس یہ روزافزوں جھگڑے کیونکر فیصلہ پاویں۔ مباحثات کے نیک نتیجہ سے تو نومیدی ہو چکی .... سو اس نومیدی کے وقت میں میرے نزدیک ایک نہایت سہل و آسان طریق فیصلہ ہے اگر پادری صاحبان قبول کر لیں۔ اور وہ یہ کہ اس بحث کا جو حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے خدا تعالیٰ سے فیصلہ کرایا جائے .... ایسا خدائی فیصلہ کرانے کے لئے سب سے زیادہ مجھے جوش ہے اور میری دلی مراد ہے کہ اس طریق سے یہ روز کا جھگڑا انفصال پا جائے۔ اگر میری تائید میں خدا کا فیصلہ نہ ہو تو مَیں اپنی کل املاک منقولہ و غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ سے کم نہیں ہونگی عیسائیوں کو دے دوں گا۔ اور بطور پیشگی تین ہزار روپیہ تک انکے پاس جمع بھی کرا سکتا ہوں۔ اس قدر مال کا میرے ہاتھ سے نکل جانا میرے لئے کافی سزا ہو گی۔ علاوہ اسکے یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے دستخطی اشتہار سے شائع کر دوں گا کہ عیسائی فتحیاب ہوئے اور میں مغلوب ہوا اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس اشتہار میں کوئی بھی شرط نہ ہو گی لفظاً نہ معناً۔

اور ربّانی فیصلہ کے لئے طریق یہ ہو گا کہ میرے مقابل پر ایک معزز پادری صاحب..... میدان مقابلہ کے لئے جو تراضی طرفین سے مقرر کیا جائے طیار ہوں۔ پھر بعد اس کے ہم دونوں مع اپنی اپنی جماعتوں کے میدان مقررہ میں حاضر ہو جائیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کے ساتھ یہ فیصلہ چاہیں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں کاذب اور مورد غضب ہے خدا تعالیٰ ایک سال میں اس کاذب پر وہ قہر نازل کرے جو اپنی غیرت کی رو سے ہمیشہ کاذب اور مکذب قوموں پر کیا کرتا ہے..... سو اے پادری صاحبان دیکھو کہ میں اس کام کے لئے کھڑا ہوں۔ اگر چاہتے ہو کہ خدا کے حکم سے اور خدا کے فیصلہ سے سچے اور جھوٹے میں فرق ظاہر ہو جائے تو آؤ تا ہم ایک میدان میں دعاؤں کے ساتھ جنگ کریں تو جھوٹے کی پردہ دری ہو..... سو ہم دونوں میں سے جو صادق ہو گا خدا اسکی ضرور حمایت کرے گا۔ یہ بات یاد رکھو کہ جو شخص خدا کی نظر میں ذلیل ہے وہ اس جنگ کے بعد ذلت دیکھے گا۔ جو اس کی نظر میں عزیز ہے وہ عزت پائے گا...... سو ہم دونوں اس طرح پر دعا کریں گے۔ کہ اے خدائے قادر اس وقت ہم بالمقابل دو فریق کھڑے ہیں۔ ایک فریق یسوع بن مریم کو خدا کہتا ہے اور نبی اسلام کو سچا نبی نہیں جانتا اور دوسرا فریق عیسیٰ ابن مریم کو رسول مانتا اور محض بندہ اس کو یقین کرتا

باقی صفحہ نمبر10 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول اور فعل تصنّع اور بناوٹ سے پاک تھا۔ آپؐ کی زندگی سادگی، مسکینی اور قناعت کا حسین نمونہ تھی۔ اور اسی کی آپؐ نے اپنی امّت کو تعلیم دی۔

(قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے حوالہ سے آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ سے سادگی، مسکینی اور قناعت پسندی کا دلربا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 12/ اگست 2005ء (12/ ظہور 1384 ہجری شمسی) بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن۔ برطانیہ

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک حسین پہلو سادگی، مسکینی اور قناعت بھی تھا۔ جس کی آپؐ نے ہمیں تعلیم بھی دی اور اپنے عمل سے مثالیں بھی قائم فرمائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے ﴿وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (سورۃ ص: 87) یعنی میں تکلف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ آپؐ کے قول کے ساتھ ساتھ آپؐ کا ہر فعل بھی تصنع اور بناوٹ سے پاک تھا، تکلف سے پاک تھا۔ ہر عمل میں سادگی بھری ہوئی تھی۔ اور تصنع اور تکلّف سے پاک زندگی کا اتنا اونچا معیار تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے یہ اعلان کروایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو دلوں کو جانتا ہے، جس نے آپؐ کو مبعوث فرمایا، آپؐ پر شریعت اتاری، آپؐ سے یہ اعلان کروایا کہ دنیا کو بتا دو کہ میں تمام تر تکلفات سے پاک ہوں۔ میری زندگی میں سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو دنیا کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو کبھی استعمال کرنے کی ضرورت ہو تو استعمال تو کرتا ہوں لیکن وہی زندگی کا مقصود و مطلوب نہیں ہیں بلکہ ان کا استعمال بھی اللہ تعالیٰ کے حکم تحدیث نعمت کی وجہ سے ہی ہے۔ اور اگر مجھے کوئی چیز پسند ہے، اگر کوئی میری مرغوب چیز ہے، اگر میرا کوئی مطلوب و مقصود ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اللہ تعالیٰ کا پیار ہے۔ یہ دنیا کی چیزیں تو عارضی ٹھکانہ ہیں اور جہاں اپنے عمل سے ہمیں یہ دکھایا کہ یہ دنیاوی چیزیں میرا مقصد حیات نہیں ہیں وہاں یہ تعلیم بھی دی کہ دنیا کی آسائشیں اور نعمتیں تمہارے فائدہ کے لئے تو ہیں، ان سے فائدہ اٹھاؤ لیکن ان دنیاوی چیزوں کو ہی سب کچھ سمجھ نہ بیٹھو۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی چاہئے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہو تو سادگی اور قناعت ہی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہی چیزیں ہیں جو تمہیں خدا کا قرب دلانے کا باعث بنتی ہیں۔ لیکن اگر تم دنیا کے آرام و آسائش کی تلاش میں پڑ گئے اور اس قدر پڑ گئے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا بھی بھول گئے تو پھر آہستہ آہستہ یہی چیزیں تمہارا مطلوب و مقصود ہو جائیں گی اور مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کی یاد آہستہ آہستہ دل سے نکل جائے گی۔ اس بارے میں قرآن کریم نے ہمیں متعدد جگہ پر نصیحت فرمائی۔ حکم دیا ہے کہ دنیا کی چیزوں کو ہی مقصود نہ سمجھو۔ جیسا کہ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ۔ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ (طٰہٰ: 132)۔ اور اپنی آنکھیں اس عارضی متاع کی طرف نہ پسار جو ہم نے ان میں سے بعض گروہوں کو دنیاوی زندگی کی زینت کے طور پر عطا کی ہے تاکہ ہم اس میں ان کی آزمائش کریں۔ اور تیرے رب کا رزق بہت اچھا اور باقی رہنے والا ہے۔

پس فرمایا کہ اس دنیاوی رزق اور اس کے سامانوں کو سب کچھ نہ سمجھ لو۔ اور اس کو اتنی حسرت سے نہ دیکھو کہ پتہ نہیں یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں یقیناً نعمت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا اول طور پر پیش نظر رہے۔ ورنہ یہی نعمتیں اگر اللہ سے دور لے جانے والی چیزیں بن جائیں تو وہ نعمت نہیں رہتیں بلکہ لعنت بن جاتی ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ تمہیں خدا تعالیٰ کے رزق کو حاصل کرنے کی کوشش اور تلاش رہنی چاہئے۔ اور پھر آگے اس کی وضاحت بھی فرما دی کہ وہ رزق کیا ہے؟ اور یہ رزق اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا ہے اور اس کی عبادت کرنا ہے، اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ پس یہ وہ تعلیم تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اعلیٰ مثالیں قائم کیں اور اس کی اپنی امت کو نصیحت فرمائی، آپؐ کی سادگی اور دنیا کی جاہ وحشمت سے نفرت کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے آخری شرعی نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور آپؐ کی بعثت کے بعد سے شرعی نبوت کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے لیکن اس عظیم اعزاز نے آپ میں کسی جاہ وجلال کا اظہار پیدا نہیں کیا۔ آپؐ کی زندگی میں تخت وحکومت کے اظہار نظر نہیں آتے بلکہ اس چیز نے آپؐ میں مزید مسکینی، سادگی اور قناعت پیدا کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اور شریعت کا اور اس تعلیم کا جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نازل فرمائی سب سے زیادہ فہم و ادراک آپؐ کو ہی تھا۔ اور ان حکموں پر عمل کرنے کے لئے آپؐ نے ہی اعلیٰ معیار قائم کرنے تھے، آپؐ نے ہی اسوہ قائم کرنا تھا جن پر چلنے کی آپؐ کی امت نے آپ کے ماننے والوں نے کوشش کرنی تھی اور کرنی چاہئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی امت کو یہ سمجھانے والے تھے کہ وہ تعلیم کیا ہے جس پر تم نے عمل کرنا ہے۔ ایک جگہ قرآن کریم میں اسی بات کا یوں حکم آیا ہے کہ ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ۔ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ (العنکبوت:65) اور یہ دنیا کی زندگی غفلت اور کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے۔ کاش کہ وہ جانتے۔

پس جس نے دوسروں کو یہ بتانا ہو، جس پر یہ تعلیم اتری ہو کہ دوسروں کو بتا دو، اپنی امت کو یہ بتا دو کہ یہ دنیا کھیل تماشا کے سوا کچھ نہیں اور آخرت کی فکر کرو۔ ان دنیاوی چیزوں کو ضرورت کے لئے استعمال تو کرو لیکن مقصود نہ بناؤ۔ سادہ زندگی اور قناعت اور خدا کو اس کے نتیجے میں یاد کرنا یقیناً فائدہ مند باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والی ہیں۔ بجائے اس کے کہ تم دنیا کی کھیل کود میں پڑ کر دنیا کے آرام و آسائش میں وقت گزار دو۔ تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرو اور اس کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی گزارو۔ پس یہ تعلیم تھی جو آپؐ نے ہمیں دی اور جس نے یہ تعلیم ہمیں دی جس کا تقویٰ کا معیار بھی غیر معمولی تھا، جو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی بھی تھا۔ تو دیکھیں انہوں نے اس اُسوہ کی، ان باتوں کی خود کتنی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہوں گی۔ آپؐ نے اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اس چیز کو مدنظر رکھا۔ گھر میں بھی مسکینی اور

سادگی کے سبق گھر والوں کو دیئے اور ایسے دیئے کہ جس سے گھر کے بچے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ ﷺ کے دولاڈلے نواسوں میں بھی کبھی یہ احساس پیدا نہ ہوا جوکہ آپؐ کے انتہائی لاڈلے تھے کہ ہم کسی ایسی ہستی کے نواسے ہیں کہ جس کے ماننے والے اس کے وضو کے پانی کو بھی ضائع نہیں ہونے دیتے اس لئے ہم بھی ان لوگوں کے سامنے شہزادوں کی طرح رہیں۔ آپ نے اپنے عمل سے اپنے بچوں میں بھی یہ بات راسخ کردی کہ تمہاری زندگی میں سادگی اور مسکینی رہے گی تو اسی میں تمہاری بڑائی ہے۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنھما کہتے ہیں کہ ہم سے بعض لوگ جب محبت کا غیر ضروری حد تک اظہار کرتے تھے تو ہم کہا کرتے تھے کہ ہم سے بے شک محبت کرو مگر محض اسلامی محبت۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مجھے میرے حق سے زیادہ بڑھا چڑھا کر نہ پیش کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بندہ پہلے بنایا اور رسول بعد میں۔ (مجمع الزوائد. کتاب علامات النبوة باب فی حسن خلقه وحیائه وحسن معاشرة جلد 9 صفحه21)

پس یہ تھی وہ تربیت جو آپؐ نے اپنے عمل سے اپنے گھر والوں کی بھی کی۔ اپنے عمل سے یہ سمجھا دیا کہ میں اللہ کا ایک عاجز بندہ ہوں اور اس بندگی کے اعلیٰ معیار نے ہی مجھے یہ قرب کا مقام عطا فرمایا ہے کہ تم لوگ بھی اس عاجزی، مسکینی اور سادگی کو اپنائے رکھو تو تمہیں بھی اللہ تعالیٰ قرب کے راستے دکھاتا رہے گا۔

ایک جگہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نسل آدم کا سردار ہوں لیکن یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس بات کا ذکر فرمایا ہے (جو پہلے حدیث بیان کی گئی ہے) کہ مَیں اللہ کا بندہ پہلے ہوں، اس کا ایک اور روایت میں یوں ذکر ملتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ کہ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری تعریف وتعظیم میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کے حق میں کیا۔ مَیں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ اس لئے فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء. باب قول الله واذکر فی الکتب مریم)

آپ کی یہ عاجزی اور سادگی ہی تھی جس کی وجہ سے ناواقف نئے آنے والے لوگ جب آتے تھے اور آپؐ مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے تو پہچان نہیں سکتے تھے کیونکہ سادہ اور بے تکلف مجلس ہوا کرتی تھی اور نیا آنے والا شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ ایسی ہی ایک مجلس کا روایت میں یوں ذکر آتا ہے کہ جب آنحضور ﷺ شروع میں ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے تو وہ دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ شدت کی تھی۔ آنحضور ﷺ ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوئے۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو آپؐ کے ہم عمر ہی تھے۔ اہل مدینہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل نہ دیکھا تھا۔ لوگ آپ کی طرف آنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ کی وجہ سے آپ کو نہ پہچانتے تھے۔ آپ اس قدر سادگی اور عاجزی کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ سب لوگ ابوبکر کو رسول اللہ سمجھنے لگے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ محسوس کیا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر سے سایہ کرنے لگے جس سے لوگوں نے جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ کون ہیں۔ (سیرة ابن هشام. باب منازل رسول الله ﷺ بالمدینة)

پھر ایک اور روایت میں آتا ہے کہ شریک بن عبداللہ بن ابونمر روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک بار ہم مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور اونٹ کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا۔ پھر پوچھنے لگا تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا یہ گورے رنگ کے شخص جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تب وہ شخص آنحضرت ﷺ سے کہنے لگا: کیا آپؐ عبدالمطلب کے بیٹے ہیں؟۔ آپ نے اس سے کہا ہاں مَیں ہی ہوں۔ وہ کہنے لگا (آگے پھر سوال شروع ہوگئے) کہ مَیں آپؐ سے پوچھنا چاہتا ہوں اور سختی سے پوچھوں گا کہ آپ اپنے دل میں برا نہ مانئے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح جی چاہے پوچھو۔ تب اس نے کہا، آپ کی سادگی کا ذکر ہو چکا ہے، آپ کے سوال وجواب کا ذکر بھی کر دیتا ہوں کہ آپؐ کو آپؐ کے ربّ اور اگلے لوگوں کے ربّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو سب لوگوں کی طرف بھیجا ہے؟۔ آپ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم! پھر کہنے لگا میں آپ کو قسم دیتا ہوں، کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ رات اور دن میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ سال بھر میں اس مہینے یعنی رمضان میں روزے رکھو؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم ہاں۔ پھر کہنے لگا میں آپؐ کو قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم میں سے جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ لے کر ہمارے محتاجوں میں بانٹ دو؟۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم ایسے ہی ہے۔ وہ شخص کہنے لگا آپ جو تعلیم لے کر آئے ہیں میں اس پر ایمان لایا اور مَیں اپنی قوم کے لوگوں کا جو یہاں نہیں آئے ہوئے بھیجا ہوا نمائندہ ہوں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور میں بنو سعد بن بکر کا بھائی ہوں۔

(بخاری کتاب العلم باب القرأة والعرض علی المحدث)

پھر آپؐ کا صحابہؓ کے ساتھ بے تکلف اور سادہ ماحول کا ایک اور روایت میں بھی ذکر ملتا ہے۔ روایات تو کئی ہیں۔ مَیں ایک اور روایت بیان کرتا ہوں جس سے آپؐ کی بے تکلفی اور سادگی کا وصف مزید نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ سفر میں تھے، راستہ میں کھانا تیار کرنے کا وقت آیا تو ہر ایک نے اپنے ذمہ کچھ کام لئے۔ کسی نے بکری ذبح کرنے کا کام لیا، کسی نے کھال اتارنے کا، کسی نے کھانا پکانے کا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنگل سے لکڑیاں لے کر آؤں گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم کافی ہیں، ہم لے آتے ہیں۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: مَیں جانتا ہوں لیکن مَیں یہ امتیاز پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو ناپسند کرتا ہے جو اپنے ساتھیوں میں امتیازی شان کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہو۔

(شرح المواهب اللدنیه للزرقانی۔ الجزء 4صفحه 265مطبع الازهر مصر1328هجری)

یہ سادگی اور بے نفسی کے اظہار کسی دکھاوے کے لئے نہ تھے بلکہ بے اختیار تھے اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے تھے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی جو تعلیم تھی اس میں عمل دکھانے کے لئے تھے۔ پھر جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ صحابہؓ کے ساتھ عام کام سرانجام دیا کرتے تھے اسی طرح جنگ احزاب کے موقع پر ایک عام آدمی کی طرح، ایک عام سپاہی کی طرح آپؐ نے کام کیا جس کا روایت میں یوں ذکر آتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ احزاب میں خندق کھودنے کے دوران ایک جگہ سے دوسری جگہ مٹی لے جاتے ہوئے دیکھا اور مٹی نے آپؐ کی پیٹ کی سفیدی کو ڈھانپ لیا تھا۔ یعنی کام کر کر کے مٹی بھی گر رہی ہوگی تو مسلمانوں کی تعداد کم تھی ایک ایک آدمی کی بڑی اہمیت تھی، کام کی زیادتی بھی تھی ایک تو یہ کہ آپؐ کی طبیعت میں یہ تھا کہ عام مسلمانوں کی طرح

سیٹلائٹ

میں بھی ہر کام میں حصہ لوں۔ دوسرے اس وقت میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ آپ پیچھے رہتے کہ صرف نگرانی کریں۔ بلکہ آپؐ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہ سارے کام سرانجام دیئے۔

پھر سادہ زندگی اور قناعت کی طرف اپنے بچوں کو بھی توجہ دلاتے رہتے تھے۔ ایک تو پہلے اس امر پہ ایک حدیث بیان کی گئی کہ کس طرح اس کا بچوں پہ اثر ہوا۔ ایک اس حدیث میں آپؐ نے براہ راست نصیحت فرمائی اور نصیحت بھی اپنی انتہائی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو فرمائی۔ اس کا روایت میں یوں ذکر آتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چکی پینے کی وجہ سے ہاتھوں میں تکلیف ہوگئی اور ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضورؐ کے پاس گئیں لیکن آپؐ کو وہاں نہ پایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملیں اور آنے کی وجہ بتائی۔ جب حضورؐ باہر سے تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کا ذکر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر آئے، رات کا وقت تھا، کہتے ہیں کہ ہم بستروں پر لیٹ چکے تھے تو حضورؐ کے تشریف لانے پر ہم اٹھنے لگے تو آپؐ نے فرمایا نہیں لیٹے رہو۔ پھر آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہاں تک کہ حضور کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے سوال سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ جب تم بستروں پر لیٹنے لگو تو 34 دفعہ اللہ اکبر کہو، 33 بار سبحان اللہ اور 33 بار الحمدللہ کہو۔ یہ تمہارے لئے نوکر سے بہتر ہے، ملازم رکھنے سے بہتر ہے۔

(مسلم کتاب الذکر باب التسبیح اول النہار وعند النوم)

آپؐ نے اپنی لاڈلی بیٹی کے ہاتھ کے زخموں کو دیکھ کر باپ کی شفقت اور پیار سے مغلوب ہو کر ان کی اس وقت کی وہ ضرورت پوری نہیں کی۔ بلکہ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے کہ یہ دنیا کی چیزیں عارضی فائدے کی چیزیں ہیں اور تم جس کا میرے ساتھ خونی رشتہ بھی ہے اس وجہ سے سب سے زیادہ قرب کا رشتہ بھی ہے، روحانی رشتہ بھی ہے خونی رشتہ بھی ہے تو تمہاری بھلائی کے لئے یہ میں کہتا ہوں کہ ان دنیاوی آسائشوں پر نظر نہ رکھو بلکہ سادگی اور قناعت کو اختیار کرو۔ تمہارے ہاتھوں کے یہ زخم اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں۔ اللہ کے فضلوں کو مزید سمیٹنے کے لئے اس طرح سادہ زندگی بسر کرو، اپنے کام کو ہاتھ سے کرو اور اس کے ساتھ ساتھ تکبیر، تسبیح اور تحمید جو بتائی ہے وہ کرو۔ یہ زیادہ بہتر ہے اور اللہ کا قرب دلانے والی چیز ہے اُس کی نسبت جس کا تم مطالبہ کر رہی ہو یعنی ایک غلام کا۔ ویسے بھی اس وقت اور بھی ضرورت مند تھے ان کو شاید ان سہولتوں ان غلاموں کی زیادہ ضرورت ہو۔ آپ ہر قسم کے اسوہ کی مثالیں اپنی ذات اور اپنے گھر سے قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ یہ چیزیں اپنے لئے نہ لو بلکہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت کی طرف تمہیں نظر رکھنی چاہئے۔ اور وہی دنیا و آخرت میں تمہارا بہترین سرمایہ ہوگی۔

اور حضرت فاطمہؓ کے ضمن میں اسی سادگی کی مثال ایک اور دے دوں کہ جب حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی ہے انتہائی سادہ شادی تھی۔ جہیز میں آپؐ نے جو چیزیں حضرت فاطمہؓ کو دیں ان میں ایک ریشمی چادر تھی اور ایک چمڑے کا گدیلا تھا جس میں کھجور کے پتے یا ریشے بھرے ہوئے تھے۔ آٹا پیسنے کی ایک چکی تھی، ایک مشکیزہ تھا اور دو گھڑے تھے۔ کُل یہ جہیز تھا جو آپؐ نے دیا۔ اور اس طرح سادگی کی اعلیٰ مثال قائم کی، ان کو بھی بتایا کہ سادہ رہو اور قناعت کرنے کی عادت ڈالو۔

آنحضرت ﷺ کے گھر کے اندر سادہ ماحول کا نقشہ ایک حدیث کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمتع دنیاوی کا یہ حال تھا‘‘ یعنی دنیاوی چیزوں اور مال کا ’’کہ ایک بار حضرت عمرؓ آپؐ سے ملنے گئے، ایک لڑکا بھیج کر اجازت چاہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مکان سب خالی پڑا ہے اور کوئی زینت کا سامان اس میں نہیں ہے۔ ایک کھونٹی پر تلوار لٹک رہی ہے یا وہ چٹائی ہے جس پر آپؐ لیٹے ہوئے تھے اور جس کے نشان اسی طرح آپؐ کی پشت مبارک پر بنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر رو پڑے۔ آپؐ نے پوچھا: اے عمر! تجھ کو کس چیز نے رُلایا؟۔ (حضرت) عمرؓ نے عرض کی کہ کسریٰ اور قیصر تو تنعّم کے اسباب رکھیں‘‘ یعنی ان کے پاس ہر قسم کی چیزیں اور نعمتیں موجود ہیں ’’اور آپ جو خدا تعالیٰ کے رسول اور دو جہان کے بادشاہ ہیں اس حال میں رہیں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! مجھے دنیا سے کیا غرض؟ مَیں تو اس مسافر کی طرح گزارہ کرتا ہوں جو اونٹ پر سوار منزل مقصود کو جاتا ہو۔ ریگستان کا راستہ ہو اور گرمی کی شدت کی وجہ سے کوئی درخت دیکھ کر اس کے سایہ میں ستالے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہوا ہو وہ چل پڑے‘‘۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 51 جدید ایڈیشن)

تو یہ ہے نقشہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث کا بیان فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ نبی اور رسول جو ہیں وہ آخرت کو ہی ہمیشہ مدنظر رکھتے ہیں۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آپؐ کی اس حالت کو دیکھ کر صحابہؓ نے کہا کہ ہم آپؐ کے لئے گدیلا بنا دیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا غرض۔ بعض روایات میں گدیلے کے استعمال کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس لئے غلط فہمی نہ ہو جائے کہ گدیلا کبھی استعمال نہیں کیا لیکن وہ گدیلا بھی اتنا سخت اور کھجور کے پتوں یا اس کے ریشے کا ہوتا تھا کہ وہ چٹائی کی طرح ہی جسم پہ نشان ڈال دیا کرتا تھا۔ آپ کا اصل مقصد تو یہی تھا کہ دنیاوی چیزیں مجھے اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ اس لئے آپ زیادہ آسائش اور سہولت والی چیزیں زیادہ استعمال نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے اس کھجور کے پتوں کے گدیلے پر ایک چادر چار تہیں کر کے بچھا دی۔ اس دن آپ تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے تو آپ نے پوچھا آج بستر کچھ بدلا ہوا ہے، کیا وجہ ہے؟ تو حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ ہاں ایک چادر کی چار تہیں کر کے بچھا دی تھی تا کہ کھجور کے پتے آپ کو نہ چبھیں، جو ریشہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو اٹھا دو اس وجہ سے آج مجھے دیر سے جاگ آئی ہے اور مَیں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرا کوئی دم اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو۔

ایک دفعہ آپؐ کے لئے ایک لباس آیا جس پر عمدہ نقش و نگار تھے، اچھا پرنٹ تھا۔ آپ نے اس پر غور نہیں کیا اور اسی طرح سادگی میں پہنا اور نماز کے لئے چلے گئے۔ نماز پڑھنے کے دوران آپ کی نظر اس پر پڑی تو نماز پڑھ کر جب گھر تشریف لائے تو اس کو اتار دیا اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا یہ لباس فلاں کو بھیج دو اور میرے لئے تو سادہ کپڑے کا لباس مہیا کرو۔ مَیں ایسا لباس نہیں پہن سکتا جو مجھے اللہ کی یاد سے غافل کرے۔

اس لئے جو لوگ نماز کے دوران اپنے لباس کی فکر میں رہتے ہیں ان کے لئے بھی اس میں اُسوہ ہے، نمونہ ہے کہ ایسا لباس پہننا ہی نہیں چاہئے جو نماز سے توجہ ہٹائے اور بجائے نماز کی طرف توجہ کے لباس کی طرف توجہ رہے۔

پھر سادگی کی ایک اور مثال، اگر کوئی غریب آدمی بھی آپ کو دعوت پر بلاتا تو آپ ضرور جاتے اور غریب کے تحفے کی بھی قدر کرتے۔ چنانچہ آپؐ فرمایا کرتے تھے، ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے بکری کے پائے کی دعوت پر بھی بلایا جائے تو میں دعوت پر جاؤں گا۔ اور اگر مجھے بکری کا پایہ کوئی تحفہ میں دیا جائے تو مَیں اسے قبول کروں گا۔

(بخاری کتاب النکاح باب من اجاب الی کراع)

یہ بات آپؐ کی غریبوں اور مسکینوں سے محبت کا بھی اظہار کرتی ہے اور یہ محبت اس لئے بھی تھی کہ خدا تعالیٰ بھی غریبوں اور مسکینوں سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے آپؐ یہ دعا بھی کیا کرتے تھے کہ مجھے بھی یہ مسکینی کی حالت نصیب ہو۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا

Fozman Foods
BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TEL: 020 8553-3611

کرتے تھے کہ:

اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مجھے مسکینی کی حالت میں وفات دینا اور قیامت کے دن مساکین کے گروہ میں سے مجھے اٹھانا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ایسی دعا کیوں کرتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا کیونکہ مساکین امیر لوگوں سے چالیس سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔ اس لئے اے عائشہ! تو مسکین کو نہ دھتکار خواہ تجھے کھجور کا ٹکڑہ ہی دینا پڑے۔ اور مساکین سے محبت رکھ اور انہیں اپنے قریب رکھ، اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ میں تجھے قیامت کے روز اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ (سنن الترمذی کتاب الزھد عن رسول اللہ۔ باب ما جاء عن فقراء المہاجرین)

پس جہاں اپنے عمل سے مسکینوں سے محبت کے آپؐ نے اعلیٰ معیار آپؐ نے قائم فرمائے، اُمّت کو بھی یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے ضروری ہے کہ تم مساکین سے بھی محبت رکھو، غریب کا بھی خیال رکھو۔

ایک اور روایت میں آتا ہے حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفٰی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ذکر کرتے اور لغو سے بچتے تھے۔ نماز نسبتاً لمبی پڑھاتے تھے اور خطبہ چھوٹا دیتے اور تکبر نہ کرتے اور بیوگان اور مساکین کے ساتھ چل کر ان کی حاجات کو پورا کرنے میں عار محسوس نہ کرتے۔

(سنن الدارمی۔ مقدمہ۔باب فی تواضع رسول اللہ ﷺ)

پھر اس کمزور اور غریب طبقے کے اللہ کے نزدیک مقام کے بارے میں آپؐ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ حضرت حارثہؓ بن وہب روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا مَیں تمہیں جنت والوں کی اطلاع نہ دوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہر کمزور قرار دیئے جانے والا اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھتا ہے۔ یعنی اس کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کیا مَیں تم کو آگ والوں کی خبر نہ دوں۔ صحابہؓ نے عرض کی کیوں نہیں؟ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر سرکش، درشت مزاج، متکبر، آگ والا ہے۔

(مسلم کتاب الجنۃ ونعیمھا باب 46حدیث 7187)

پس جیسا کہ آپؐ نے یہ خوشخبری دی ہے جنت تلاش کرنی ہے تو کمزوروں اور غریبوں میں تلاش کرو۔ ایک اور روایت میں انہیں غریبوں اور مسکینوں کے بارے میں اپنے صحابہ کو نصیحت کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ حضرت ابوعباسؓ سہل بن سعد ساعدی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ اُس نے کہا یہ معزز لوگوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم یہ اس قابل ہے کہ اگر یہ کہیں نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح کر دیا جائے۔ اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ اس کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ پھر ایک اور شخص کا گزر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو کہا اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ غریب مسلمانوں میں سے ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ اگر یہ نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک فقیر، دنیا دار لوگوں سے بھری دنیا سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

(ریاض الصالحین باب فضل ضعفۃ المسلمین)

ایک فقیر مسکین نیک مسلمان کو آپ نے کئی دنیا داروں کے مقابلے پر ترجیح دی۔ اس لئے کہ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ایک فقیر اور مسکین اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے۔

M. S. DOUBLE GLAZING LTD

Supplier & Installers

UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries

For Friendly Quote Please Contact **Muhammad Sajid Qamar**

Tel: 020 8239 8312 Mobile:07734470783 Fax: 020 8664 1190

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لئے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں۔ اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے؟ بلکہ سوال یہ ہو گا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہ! خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا۔ اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس بات سے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ370 جدید ایڈیشن)

پھر آپ کی جو خوراک تھی کتنی سادہ اور معمولی ہوا کرتی تھی اس کا ذکر روایات میں ملتا ہے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ بھانجے ہم دیکھتے رہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں دو دو ماہ تک آگ نہیں جلائی جاتی تھی۔ اس پر میں نے پوچھا خالہ! پھر آپ لوگ زندہ کس چیز پر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم کھجوریں کھاتے اور پانی پیتے تھے۔ سوائے اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے انصاری تھے ان کے دودھ دینے والے جانور تھے وہ رسول اللہ کو ان کا دودھ تحفۃً بھیجتے تھے جو آپؐ ہمیں پلا دیتے تھے۔

(بخاری کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا باب فضل الھبۃ)

پھر آپ کی سادہ خوراک کے بارے میں روایت آتی ہے۔ سہل بن سعدؓ سے روایت ہے ان سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی کھائی ہے؟۔ سہلؓ نے جواب دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تادم آخر کبھی چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی نہیں دیکھی۔ اس پر مَیں نے پوچھا کیا تمہارے پاس آنحضرتؐ کے زمانہ میں چھلنیاں نہیں ہوا کرتی تھیں۔ انہوں نے کہا آنحضرتؐ نے اپنی بعثت سے لے کر وفات تک چھلنی نہیں دیکھی۔ ابوحازم کہتے ہیں مَیں نے سہل سے پوچھا آپ بغیر چھانے کے جَو کا آٹا کس طرح کھاتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کوٹنے کے بعد اسے پھونکیں مار لیتے اور اس طرح جو اڑنا ہوتا وہ اڑ جاتا اور باقی کو ہم بھگو کر کھا لیتے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب ما کان النبی ﷺ واصحابہ یاکلون)

ایک روایت اور بھی ہے اس میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک خادمہ (کسی دوسرے ملک سے آئی تھی لونڈی) آٹا چھان رہی تھی تو آپ نے اسے فرمایا کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ اس نے کہا آٹا چھان رہی ہوں،

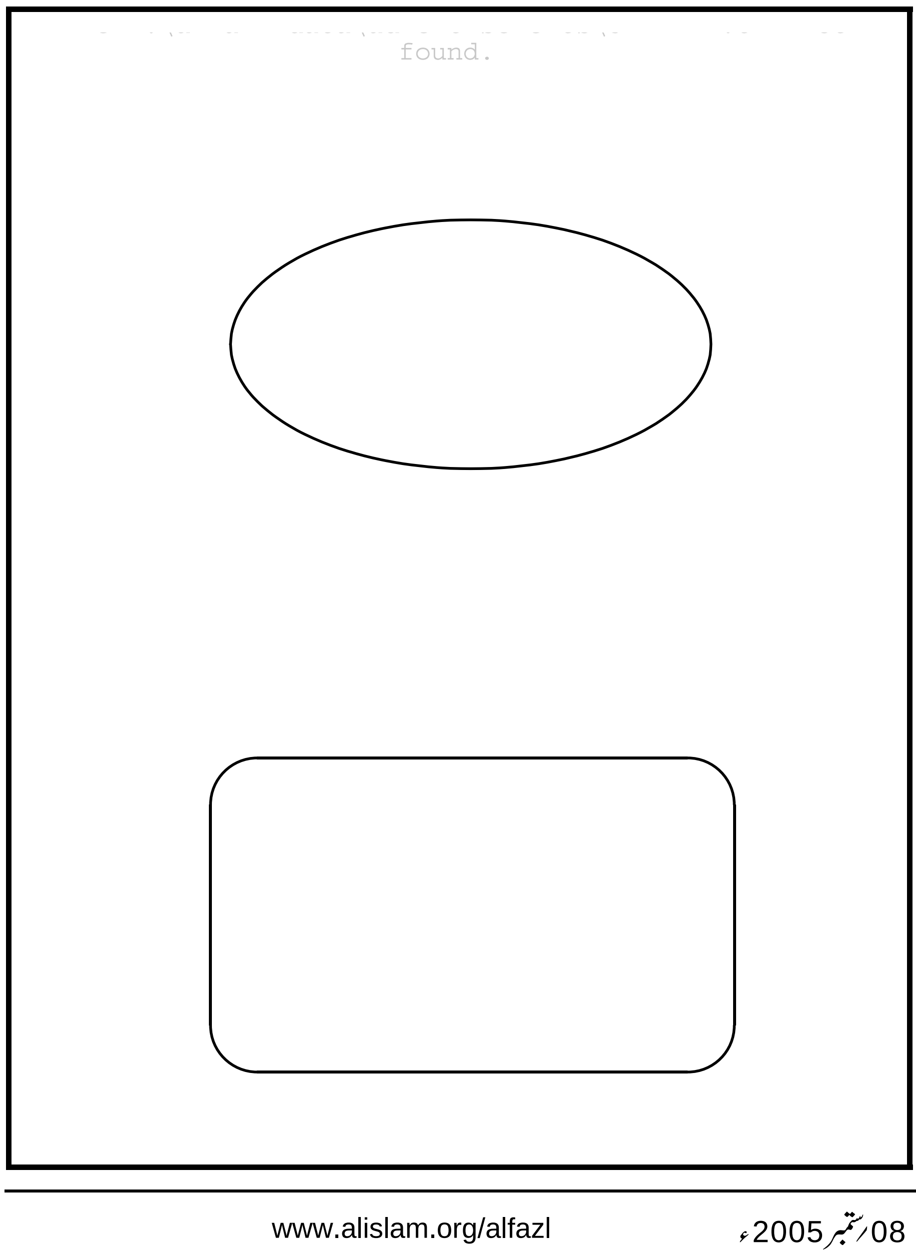

ہمارے ملک میں تو اس طرح چھانا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کو بیچ میں ملا دو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے علم میں نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی طشتریوں میں کھانا کھایا ہو اور نہ ہی آپ کے لئے کبھی چپاتیاں پکائی گئی ہیں، روٹی پکائی گئی اور نہ کبھی آپ نے تپائی (چھوٹی میز سامنے رکھ کر اونچی چیز پر) لگا ہوا کھانا باقاعدہ کھایا ہو۔ تو قتادہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس پر کھانا کھایا کرتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ دسترخوان پہ۔ یعنی زمین پہ کپڑا بچھا لیتے تھے۔ اور اس پہ بیٹھ کے کھانا کھایا کرتے تھے۔

(بخاری كتاب الاطعمة باب الخبز المرقق والاكل على الخوان والسفرة)

باوجود اس کے کہ آپ ایک طرح سے حکومت کے سربراہ بھی تھے، آپؐ حکومتی معاملات کسی دربار یا تخت پر بیٹھ کر نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ مسجد نبویؐ ہی آپؐ کا تخت و دربار تھا۔ یا سفر پر ہوتے تو جو بھی جگہ میسر آ جاتی وہیں دربار لگ جاتا۔ لیکن اس کے باوجود اس دربار کا رعب لوگوں کے دلوں پر دنیاوی بادشاہوں کے درباروں سے زیادہ ہوتا تھا۔

چنانچہ ایک روایت میں ذکر آتا ہے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جب آپؐ سے بات کرنے لگا تو وہ کانپنے لگ گیا۔ اس پر آپؐ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تسلی رکھو میں کوئی بادشاہ تو نہیں۔ میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ (سنن ابن ماجه كتاب الاطعمة باب القديد)

یہ خداداد رعب کسی تخت و تاج کو نہیں چاہتا تھا بلکہ سادگی اور عاجزی میں ہی اس کا حسن تھا۔

اس حدیث کو بیان کرنے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

”متکبر خدا تعالیٰ کے تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے۔ پس اس قبیح خصلت سے ہمیشہ پناہ مانگو۔ خدا تعالیٰ کے تمام وعدے بھی خواہ تمہارے ساتھ ہوں مگر تم تب بھی فروتنی کرو کیونکہ فروتنی کرنے والا ہی خدا تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں اگرچہ ایسی تھیں کہ تمام انبیائے سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی، مگر آپ کو خدا تعالیٰ نے جیسی جیسی کامیابی عطا کیں، آپؐ اتنی ہی فروتنی اختیار کرتے گئے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 548 جدید ایڈیشن)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اتنی سادہ تھی اور ماحول اس قدر گھلا ملا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ہر کوئی آ سکتا تھا، ہر کوئی اپنی ضرورت پوری کروا سکتا تھا۔ جو بھی ان کی ڈیمانڈ ہوتی تھی پوری کرنے کے لئے لوگ آ جایا کرتے تھے۔ چاہے وہ معمولی سی کوئی لونڈی ہو۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی اپنے کام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی اور آپؐ انکار نہ فرماتے اور اس کا کام کرتے۔

(رياض الصالحين باب التواضع . واخفض الجناح للمومنين)

یہ بے تکلف اور سادہ ماحول تھا جو کسی سے چھپا ہوا نہیں تھا اور آپ کی یہ سادگی اور قناعت ایسی تھی جس کا اثر غیروں پر بھی تھا اور اس زمانے میں بھی اور یہ ہر جگہ نظر آتی ہے۔ جس کی چند مثالیں میں نے پیش کی ہیں۔ بے شمار مثالیں ہیں۔ اور غیر بھی اس زمانے میں اس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ کیرن آرمسٹرانگ نے لکھا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیشہ سادہ وسائل کو صحیح استعمال کرتے ہوئے اور قناعت سے پُر زندگی گزاری۔ اور اُس وقت بھی آپؐ سے اس نمونے کا اظہار ہوا جب آپ عرب کے طاقتور ترین سردار تھے۔ آپؐ کو ہمیشہ آسائشوں اور آرام دہ زندگی سے نفرت تھی اور اکثر ایسا ہوتا کہ آپ کے گھر میں کھانے کو بھی کچھ نہ ہوتا۔ آپ کے پاس کبھی ایک جوڑے کپڑے سے زیادہ ایک وقت میں نہ ہوا۔ اور جب کبھی آپ کے صحابہ نے آپ کو بعض مواقع پر اعلیٰ لباس پہننے کو کہا (موقع کی مناسبت سے) تو آپ نے ہمیشہ انکار کیا بلکہ عام سادہ کھدر کے لباس کو ترجیح دی جو ہر معمولی آدمی پہنتا تھا۔ جب کبھی آپ کو تحائف اور مال غنیمت آیا آپؐ نے اسے غریبوں میں تقسیم فرما دیا۔ (اور آگے وہ لکھتی ہیں یہ سارا انہی کا بیان ہے) اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح آپ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے کہ غریب اور مسکین آدمی امراء سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔

اسی طرح بعض اور منصف مزاج عیسائیوں نے آپؐ کو اس طرح کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا آپ کی یہ سادگی مسکینی اور قناعت اتنی واضح تھی کہ اس کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔

تو اللہ تعالیٰ ہمیں جو اس نبی کی امت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہیں یہ توفیق دے کہ آپؐ کے اس اسوہ پر عمل کرتے ہوئے سادگی اور قناعت کو اپنائیں۔ ایک ایک حدیث میں کئی کئی پیغام ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ ہمارے سامنے اُسوہ ہیں، آنحضورؐ نے جن پر عمل کر کے دکھایا یہ نمونے قائم فرمائے۔ یہ ہمارے عمل کے لئے ہیں، ہماری بہتری کے لئے ہیں۔ صرف سننے کے لئے اور کہانیوں کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁❁❁

آپ سے کیا کہیں کہ غم کیا ہے؟
وقت کس حال میں گذرتا ہے؟
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی؟
خواب کیوں اب تلک ادھورا ہے؟
فکر دنیا نہیں تو پھر دل میں
اضطراب و ملال کیسا ہے؟
جس کے ہم ہیں وہ گر نہیں راضی
اپنا مقصود زندگی کیا ہے؟
مات اس میں نہیں ہے موت سے کم
زندگی نے جو کھیل کھیلا ہے
کیونکہ ہم نے وہ لوگ دیکھے ہیں
آسماں جن پہ رشک کرتا ہے
اور جو ہم نے یہاں کمایا ہے
کس ترازو میں دیکھیں تُلتا ہے؟

جمیل الرحمٰن (ہالینڈ)

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے گزارش

الفضل انٹرنیشنل کے ہر خریدار کو ایک AFC نمبر دیا جاتا ہے جو آپ کے ایڈریس لیبل کے ساتھ درج ہوتا ہے۔ یہ آپ کا خریداری نمبر ہے۔ براہ کرم یہ نمبر محفوظ رکھیں اور دفتر سے خط و کتابت اور رابطہ کے وقت اس نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(مینیجر)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

بقیہ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسلام کے لئے غیرت از صفحہ نمبر 4

ہے اور پیغمبر اسلام کو درحقیقت سچا اور یہود اور نصاریٰ میں فیصلہ کرنے والا جانتا ہے۔ سو ان دونوں فریقوں میں سے جو فریق تیری نظر میں جھوٹا ہے اس کو ایک سال کے اندر ہلاک کر اور اپنا وَیْـل اس پر نازل کر اور چاہئے کہ ایک فریق جب دعا کرے تو دوسرا آمین کہے۔ اور جب وہ فریق دعا کرے تو یہ فریق آمین کہے..... اور اگر اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد دو ماہ تک کوئی بھی نہ نکلا اور صرف شیطانی عذر بہانہ سے کام لیا تو پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادریوں کے جھوٹے ہونے پر مہر لگ جائے گی اور پھر خدا اپنے طور سے جھوٹ کی بیخ کنی کرے گا یاد رکھو کہ ضرور کرے گا۔ کیونکہ وقت آ گیا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ **میرزا غلام احمد** از قادیان 14 ستمبر 1896ء۔

(انجام آتھم صفحہ 39-44)

آپ کی زندگی میں اللہ کے لئے، رسول اللہ ﷺ کے لئے، اسلام کے لئے، قرآن کے لئے غیرت کے عجیب نمونے نظر آتے ہیں اور جس طرح اسلام کے لئے آپ اپنی گفتگو اور اپنی تحریرات میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے تھے ان کی بھی ایک انوکھی شان ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ تمہارے بھائی مبارک احمد مرحوم سے بچپن کی بے پروائی میں قرآن شریف کی کوئی بے حرمتی ہوگئی اس پر حضرت مسیح موعود کو اتنا غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے بڑے غصہ میں مبارک احمد کے شانہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اس کے نازک بدن پر آپ کی انگلیوں کا نشان اُٹھ آیا اور آپ نے اس غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اس کو اس وقت میرے سامنے سے لے جاؤ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مبارک احمد مرحوم ہم سب بھائیوں میں سے عمر میں چھوٹا تھا اور حضرت صاحب کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ حضرت صاحب کو اس سے بہت محبت تھی۔ (سیرت حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حصہ دوم مصنفہ شیخ یعقوب علی عرفانی کبیر صفحہ 216)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت چوہدری رستم علی خان صاحبؓ کا اکلوتا بیٹا فوت ہو گیا اس وقت انکی اہلیہ حضورؑ کے گھر میں تھیں انہوں نے اس پر رونا شروع کیا اور انکے منہ سے یہ الفاظ نکلے "ارے ظالم تو نے مجھ پر بڑا ظلم کیا"۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کے کان میں یہ آواز پڑی تو حضور اپنے کمرے سے باہر تشریف لائے اور رنج کے عالم میں بڑے جوش سے فرمایا کہ: "اسی وقت یہ مُردار عورت میرے گھر سے نکل جائے"۔ اس سے پچھلی رات حضور نے خواب دیکھی تھی اس کے بارے فرمایا:-

"مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ میرے خدا کو کوئی گالیاں دیتا ہے، مجھے اس کا بڑا صدمہ ہوا"۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 13 صفحہ 361-360)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ نے بیان کیا کہ: ایک دفعہ ایک طبیب کو حضورؑ کے علاج کیلئے بلایا گیا تو اس نے کہا کہ "دو دن میں آپ کو آرام کر دوں گا"۔ یہ سن کر حضرت صاحب اندر چلے گئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو رقعہ لکھا کہ اس شخص سے میں علاج ہرگز نہیں کرانا چاہتا۔ یہ کیا خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کے لئے واپسی کرایہ کا روپیہ اور مزید بیس پچیس روپے بھیج دیئے کہ یہ دے کر اسے رخصت کر دو۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ نمبر ۱۰۳۹)

کرم دین کے مقدمہ کے دوران ایک دن خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ جج کا خیال ہے کہ کرم دین سے صلح ہو جانی چاہئے۔ یہ سن کر حضرت اقدس اٹھ کر بیٹھ گئے اور چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا "آپ نے کیوں نہ کہہ دیا کہ صلح اس معاملہ میں ناممکن ہے۔ کرم دین کا الزام ہے کہ میں اپنے دعوے میں جھوٹا ہوں۔ پس یہ خدا کے ساتھ جنگ ہے..... اور اگر میں صلح کرلوں تو گویا اپنے دعوے نبوت کو خود جھوٹا ثابت کر دوں"۔ دیر تک حضرت اس معاملہ میں کلام فرماتے رہے اور چہرہ پر آثار ناراضگی تھے یہاں تک کہ کھڑے ہو گئے اور ٹہلنے لگے"۔ (سیرت المہدی حصّہ چہارم غیر مطبوعہ روایت نمبر ۱۲۰۷)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کی روایت ہے کہ: "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت میں تبلیغ اسلام کا جوش اس قدر تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ اس جوش سے میرا دماغ پھٹ جائے"۔ (حیات النبیؐ صفحہ ۱۵۰)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کی روایت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: "میری جائداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے"۔ (حیات النبیؐ صفحہ ۱۶۰)

حضرت شیخ غلام حسین صاحب لودھیانویؓ بیان فرماتے ہیں:-

"..... مولوی فتح دین صاحب سیالکوٹیؓ نے بیان کیا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک مرتبہ حاضر ہوا۔ یہ نہایت ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔ میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک ہی کمرے میں سو گئے۔ آدھی رات میری آنکھ کھلی تو عجیب نظارہ میں نے دیکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شدت درد کی وجہ سے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ میں سخت ڈرا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں نے جرأت نہ کی کہ حضور کو مخاطب کر سکوں۔ حضور ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف لوٹتے ہوئے چلے جاتے اور پھر اسی طرح واپس آ جاتے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ شاید درد گردہ کا دورہ ہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سکون کی حالت طاری ہوئی اور میں بھی خاموش ہو کر سو رہا۔ صبح میں نے حضور سے ذکر کیا کہ حضور میری آنکھوں نے رات ایسا نظارہ دیکھا حضور کو کچھ تکلیف تھی۔ حضور کچھ عرصہ خاموش رہے۔ پھر فرمایا میاں فتح دین! تم اس وقت جاگ رہے تھے۔ میں جس وقت نماز کے لئے اٹھا تو اس وقت تو تم سو رہے تھے اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی میری اس کیفیت کو دیکھے جو درد کی وجہ سے مجھ پر طاری ہو جاتی ہے۔ اب تم نے دیکھ لیا ہے تو مجھے بتلانا پڑا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اسلام کی خستہ حالی اور پریشانی کا خیال مجھے آتا ہے تو میں بیقرار ہو جاتا ہوں اور میرے پر درد کی حالت طاری ہو جاتی ہے"۔

(رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱۳ صفحہ ۲۰۴ تا ۲۰۵)

حضرت بابو برکت علی صاحب جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ گجرات کی روایت ہے کہ انہیں حضرت حکیم حسام الدین صاحبؓ نے بتایا کہ: جب حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ میں ملازم تھے اور اس وقت آپ عالم شباب میں تھے تو میں نے اس وقت آپ کو دیکھا کہ آپ سوائے کچہری کے اوقات کے ہر وقت عبادت میں رہتے تھے اور کوئی ایک آیت قرآن مجید کی سامنے لٹکا لیتے تھے۔ میں اکثر آپ کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ جب آتا تو کوئی نہ کوئی آیت سامنے لکھ کر لٹکائی ہوتی تھی۔ آخر میں نے ایک دن دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں مختلف اوقات میں مختلف آیات کو لٹکی ہوئی دیکھتا ہوں۔ ایک وقت میں ایک آیت ہے اور دوسرے وقت میں اس کی جگہ دوسری۔ یہ کیا تماشا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تجھے اس سے کیا۔..... آخر میں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اسلام اور آنحضرت ﷺ پر دس ہزار اعتراض ہوا ہے۔ تو میں نے کہا کہ کیا ہوا، آپ کو اس سے کیا غرض؟ اگر دشمنانِ اسلام نے اعتراض کئے ہیں تو وہ مولوی جانیں آپ کو اس سے کیا غرض؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں تو برداشت نہیں کر سکتا۔ تو میں نے کہا پھر آپ کیا کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں وہ آیات جن پر مخالفین نے اعتراضات کئے ہیں ان میں سے ایک ایک آیت کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں۔ جب تک اس کا جواب نہیں ملتا تب تک اسے نہیں چھوڑتا۔ جب اس کا جواب مل جاتا ہے تو دوسری آیت لٹکا دیتا ہوں۔ پس جتنا عرصہ وہ سیالکوٹ میں رہے ہیں اسی طرح کرتے رہے۔ پھر جب آپ سیالکوٹ سے چلے گئے اور دعویٰ کیا تو اس وقت میں نے آپ کو مان لیا اس لئے کہ آپ کی جوانی کی زندگی بالکل پاک تھی اور قرآن مجید خدا سے سیکھا تھا"۔

(الحکم 28/ جولائی 1938ء صفحہ 3 کالم 1-2)

حضرت حکیم قطب الدین صاحب بدوملہویؓ ایک روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ایک دن حضرت صاحب اندر سے مسجد میں تشریف لائے۔ فرمایا میری قوم نے خدا جانے کیوں اس قدر سختیاں مجھ پر روا رکھی ہیں طرح طرح پر ایذا دیتے ہیں۔ اُدھر یہ حال ہے کہ غیر قوموں کے اسلام اور بانی اسلام پر زور شور سے حملے ہو رہے ہیں۔ اس طرف ان کا قطعاً خیال نہیں اور مجھے ایذا رسانی کے درپے ہوتے ہیں۔ آج ایک پادری کا خط آیا ہے جس میں میں نے پڑھا تو میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں نے اچھی طرح پڑھا بھی نہیں کیونکہ مجھے بہت رونا آیا کہ مسلمانوں کی کیا حالت ہو گئی۔ وہ کیوں رسول کریم ﷺ کی عزت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ پادری لوگ کیسے بیبا کانہ حملے آپ ﷺ پر کرتے ہیں اور عجیب مسلمان ہیں کہ وہ میرے درپۓ آزار ہیں اور انہیں رسالتمآب ﷺ کی عزت کا فکر نہیں ہے"۔ (سیرت احمد صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۰ از حضرت قدرت اللہ سنوریؓ مطبع ضیاء السلام پریس ربوہ ۱۹۶۲ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"..... زمانہ کی حالت کو دیکھو اور آپ ہی ایماناً گواہی دو۔ کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں الٰہی مددوں کی دین اسلام کو ضرورت ہے۔ اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم ﷺ کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربّانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟..... اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم ﷺ کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم ﷺ کی کی گئی، دُکھا"۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر ۵ صفحہ ۵۱ تا ۵۲)

اسی طرح فرمایا: "...... اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو، اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے"۔

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندرمیان خاک وخوں بینی سرے

(ترجمہ: میں وہ نہیں ہوں کہ جنگ کے دن تو میری پیٹھ دیکھے۔ مَیں وہ ہوں کہ خاک وخوں کے درمیان تو میرا سر دیکھے گا۔)

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُر خار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے..... اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا"۔

(انوار الاسلام روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۳)

اسی طرح فرمایا: "..... اور پادریوں نے ہمارے دین کی نسبت کوئی دقیقہ طعن کا اٹھا نہیں رکھا اور ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دیں اور بہتان لگائے اور دشمنی کی..... اور تھوڑی مدت سے ایک لاکھ کتاب انہوں نے ایسی تالیف کی ہے جس میں ہمارے دین اور رسول اللہ ﷺ کی نسبت بجز گالیوں اور بہتان اور تہمت کے اور کچھ نہیں اور ایسی پلیدی سے وہ تمام کتابیں پُر ہیں کہ ہم ایک نظر بھی ان کو دیکھ نہیں سکتے۔..... پس اسلام پر وہ مصیبتیں پڑیں جن کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں ہے۔ پس وہ اس شہر کی طرح ہو گیا جو مسمار ہو جائے اور اس جنگل کی طرح جو وحشیوں سے بھر جائے اور اب ہمارا ملک وہ ملک ہے جس کے باشندے جڑ سے اکھاڑے گئے اور ان کی تمام جمعیت متفرق ہو گئی۔ اب جس نے رونا ہو اس ملک پر رو دے اور مجھے اسلام کے پہلے آثار پر بہت غم ہوا کہ وہ کیونکر دور ہو گئے اور نیز دنوں پر بھی افسوس ہوا کہ وہ کیسے بدل گئے اور لوگوں نے سیدھی راہ کو چھوڑ دیا....."۔

(نجم الھدیٰ، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۶۴ تا ۶۸)

فرمایا: ''..... مَیں اس بیماردار کی طرح جو اپنے عزیز بیمار کے غم میں مبتلا ہوتا ہے اس ناشناس قوم کیلئے سخت اندوہ گیں ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا ہمارے ہادی اور رہنما ان لوگوں کی آنکھیں کھول اور آپ ان کو بصیرت بخش۔ اور آپ ان کے دلوں کو سچائی اور راستی کا الہام بخش۔ اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں خطا نہیں جائیں گی کیونکہ میں اُس کی طرف سے ہوں اور اس کی طرف بلاتا ہوں''۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ششم صفحہ ۹۸ مکتوب نمبر۲۳ بنام شیخ محمد حسین بٹالوی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: اگر اس عاجز کی فریادیں رب العرش تک پہنچ گئی ہیں تو وہ زمانہ کچھ دور نہیں جو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ کے اندھوں پر ظاہر ہو اور الٰہی طاقتیں اپنے عجائبات دکھلاویں''۔ (مکتوبات احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۵ مکتوب نمبر۴ بنام میر عباس علی صاحب لدھیانوی)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ مختلف پیرایوں میں دین کے لئے غیرت کا مضمون بیان فرمایا ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت 58 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (المائدہ 58)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کو جنہوں نے تمہارے دین کو تمسخر اور کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اور کفار کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

(ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

قرآن کریم اس غیرت کے جو تقاضے ہیں اس پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ کچھ مومن تو ایسے ہیں کہ اپنے آپ کو خدا کے حضور میں بیچ ہی ڈالتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک اللہ اور اس کا رسول دنیا کی ہر چیز سے زیادہ تمہیں پیارا نہ ہو جائے۔ (بخاری کتاب الایمان)

غیرت دین اور خدمت دین لازم و ملزوم ہیں۔ یہ اسلام کے لئے ایک غیرت ہی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب سے ہوش سنبھالا اپنی زندگی خدا کے لئے وقف کر دی۔

آپ فرماتے ہیں: ''مَیں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس ملامت اور لذت سے حظّ اٹھایا ہے یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لیے اگر مر کر پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے..... اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رُک نہیں سکتا۔ اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں ..... کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس کی روح بول اٹھے ﴿اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾..... پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں''۔ (الحکم نمبر 31 جلد 4 صفحہ 3-4 مورخہ 31 اگست 1900ء بحوالہ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 99-100)

پس اے میرے بھائیو۔ پس اے جماعت احمدیہ۔ اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے اندر دین کی غیرت کو اور اجاگر کرو اور پہلے سے زیادہ اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کرو۔

ایک دفعہ پھر نوبت محمدی کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں اور تمہاری دین کے لئے انتھک کوششوں اور تمہاری دعاؤں اور تمہاری دردناک آوازوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور جیسے اس کی آسمان پر بادشاہت ہے زمین پر بھی قائم ہو اور فتح کا جھنڈا تمہارے ذریعہ ہاں تمہارے ذریعہ سے خدا کے فضل اور اطاعت خلافت کے نتیجے میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں دے دیا جائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّد۔

❀❀❀❀❀

نماز جنازہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 20/جولائی 2005ء قبل از نماز عصر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم چوہدری مقصود احمد صاحب (ابن مکرم چوہدری رحیم بخش صاحب)** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مکرم چوہدری مقصود احمد صاحب مورخہ 17/جولائی 2005ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے 59 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ آپ کو لمبا عرصہ جماعت احمدیہ فیصل آباد میں خدمت کا موقع ملا۔ آپ تین دفعہ قائد خدام الاحمدیہ مجلس دارالذکر فیصل آباد منتخب ہوئے۔ دو دفعہ علم انعامی حاصل کیا۔ ناظم انصار اللہ ضلع فیصل آباد کی حیثیت سے بھی خدمت کی توفیق ملی اور یہاں بھی علم انعامی حاصل کیا۔ 1991ء میں لندن تشریف لے آئے تو یہاں ایم ٹی اے میں خدمت کی توفیق ملی۔ آپ نے اپنے پیچھے اہلیہ، دو بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ مرحوم موصی تھے اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی۔

(1) مکرم میر نور احمد صاحب تالپور

(امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد)

MOT
Cars: £38 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

مکرم میر نور احمد صاحب تالپور 9/جولائی 2005ء کو کراچی آغا خان ہسپتال میں برین کینسر سے وفات پا گئے۔ مرحوم 18 سال تک جماعت احمدیہ حیدرآباد کے مقامی اور ضلعی امیر رہے۔ آپ ان خدام میں بھی شامل تھے جن کو تقسیم ملک کے وقت حفاظت مرکز کے لئے قادیان بھجوایا گیا تھا۔ خلافت سے وفا اور اخلاص کا بہت گہرا تعلق تھا۔ مرحوم نے پسماندگان میں 4 بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

(2) مکرمہ فرحت مبارک صاحبہ

(اہلیہ قریشی مبارک احمد صاحب مرحوم۔ مربی سلسلہ)

مکرمہ فرحت مبارک صاحبہ 29/اپریل 2005ء کو وفات پا گئیں۔ مرحومہ نے اپنے واقف زندگی شوہر کے ساتھ بڑے تعاون سے وقت گزارا۔ ہر طرح صابر اور شاکر تھیں۔ چندوں میں باقاعدہ تھیں۔ آپ مکرم ظاہر احمد صاحب شہید کی ہمشیرہ تھیں اور آپ کا سکھر کے ایک مخلص بہاری خاندان سے تعلق تھا۔ آپ مکرم قریشی عبدالرحمان صاحب شہید کی بہو تھیں۔ مرحومہ نے پسماندگان میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

(3) مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم صوبیدار محمد حسین صاحب مرحوم)

مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ 29/اکتوبر 2004ء کو وفات پا گئیں۔ مرحومہ پیدائشی احمدی، نیک، متقی، مخلص اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ ان کے والد مکرم محمد حسین شاہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انہیں اپنی زرعی جائیداد کا مختار خاص مقرر فرمایا تھا۔

❀❀❀❀❀

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 26/جولائی 2005 قبل از نماز ظہر و عصر مسجد فضل لندن میں **مکرمہ طاہرہ بشریٰ چوہدری صاحبہ** (اہلیہ مکرم عبد الرحمان چوہدری صاحب مرحوم) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مرحومہ نیک، ملنسار اور مخلص خاتون تھیں۔ آپ نے یو۔ کے میں بطور صدر لجنہ پٹنی خدمات کی توفیق پائی۔

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

(1) مکرم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب۔

مرحوم 28/جون 2005 کو مختصر سی علالت کے بعد بعمر قریباً 80 سال وفات پا گئے۔ آپ احمدے والا ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے اور 1960ء میں خود تحقیق کرنے کے بعد احمدیت میں شامل ہوئے۔ آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بھی بطور استاد تعینات رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد تحریک جدید کے دفاتر میں خدمات دینیہ بجالاتے رہے۔ آپ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید کے بہنوئی تھے۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ 6 بیٹیاں اور ایک بیٹا محترم عطاء القدیر صاحب (مقیم جرمنی) یادگار چھوڑے ہیں۔

(2) مکرم محمد لئیق صاحب (ریٹائرڈ آرمی آفیسر)

مکرم محمد لئیق صاحب 15/مئی 2005ء کو دل کا شدید دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔ مرحوم پچھلے 15 سال سے U.K میں مقیم تھے اور سپن ویلی جماعت کی مقامی عاملہ میں سیکرٹری تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ نیک دعا گو، نظام جماعت کے پابند اور خلافت سے محبت رکھنے والے متقی انسان تھے۔ آپ نے اہلیہ کے علاوہ 3 بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

❀❀❀❀❀

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 2/اگست 2005۔ قبل نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ** (اہلیہ مکرم احمد حسین صاحب مرحوم ۔ کاتب الفضل ربوہ)

مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ 28/جولائی 2005ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ مرحومہ جماعت کے ساتھ اخلاص کا تعلق رکھنے والی نیک خاتون تھیں۔ آپ نے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے میں اپنی زندگی صرف کی اور ہمیشہ لجنہ کے کاموں میں بھرپور حصہ لیتی رہیں۔ مرحومہ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ نے 6 بیٹیاں اور 3 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے سب سے بڑے بیٹے مکرم جمیل احمد طارق صاحب نے نصرت جہاں سکیم کے تحت 12 سال تک خدمت سلسلہ کی توفیق پائی۔

❀❀❀❀❀

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 4/اگست 2005ء۔ قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم بشارت احمد صاحب** (ابن مولوی ڈاکٹر عبدالکریم صاحب مرحوم سابق امیر جماعت ملتان)

مکرم بشارت احمد صاحب 29/جولائی 2005ء کو ہارٹ اٹیک سے وفات پا گئے۔ مرحوم کوبلنز (جرمنی) سے یہاں جلسہ پر آئے ہوئے تھے۔ مرحوم مہمان نواز اور ملنسار اور مخلص انسان تھے۔ خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ آپ نے بحیثیت زعیم انصار اللہ خدمت سلسلہ کی توفیق پائی۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ 4 بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

اسی موقع پر **مکرمہ غزالہ شہناز باجوہ صاحبہ** (اہلیہ مکرم منور احمد باجوہ صاحب) کی نماز جنازہ حاضر بھی پڑھائی۔

مکرمہ غزالہ شہناز باجوہ صاحبہ 29/جولائی 2005ء کو ہارٹ اٹیک سے بعمر 46 سال لاہور میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ نیک، خدا ترس اور متقی خاتون تھیں۔ آپ شیخ صالح محمد صاحب آف ایسٹ افریقہ کی پوتی اور خان بہادر شیخ رحمت اللہ صاحب کی نواسی تھیں۔ ان کی میت پاکستان سے لندن لائی گئی ہے اور یہیں پر تدفین ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں بلند مقامات عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور خود ان کا نگہبان ہو۔ آمین

❀❀❀❀❀

جماعت احمدیہ سیرالیون کے زیر اہتمام ملک بھر میں

95جلسہ ہائے سیرت النبی ﷺ کا انعقاد

2500 سے زائد احباب جماعت کی شرکت ۔ بڑی تعداد میں نومبائعین کی شمولیت ۔ 1500 سے زائد غیراز جماعت دوستوں کی شرکت

(رپورٹ: رضوان احمد افضل ۔ مبلغ سیرالیون)

سیرالیون میں غیر از جماعت حلقوں میں سیرۃ النبی ﷺ کے حوالے سے جلسوں کے انعقاد کا کوئی خاص رواج نہیں ہے ۔ ہاں یہاں مولود النبی ﷺ کے طور پر اس دن کو مناتے ہیں جس میں کئی عجیب و غریب رواج ان میں پائے جاتے ہیں ۔ جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت ہے جو پورے ملک میں اس حوالے سے جلسوں کا انعقاد کرتی ہے جس کا لوگوں پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے ۔ کیونکہ ان کے لئے یہ ایک نیا طریق ہے سیرت کو منانے کا اور لوگ اس طریق کو اب پسند کرنے لگ گئے ہیں ۔ امسال مکرم سعید الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ سیرالیون کی طرف سے سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے جلسے کرنے کی مربیان کو خاص ہدایت کی گئی ۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں تک حضور ﷺ کی سیرت زیادہ سے زیادہ پہنچے اور وہ سیرت کی روشنی میں زندگیاں گزارنے کی کوشش کریں ۔ اس ہدایت کی تعمیل میں سیرالیون کے تمام ریجنز میں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے بڑی تعداد میں جلسوں کا انعقاد ہوا جس میں بڑی تعداد میں احباب جماعت اور غیراز جماعت دوستوں نے شرکت کی ۔ چنانچہ کل 95 جلسے سیرت النبیؐ کے حوالہ سے منعقد ہوئے جن میں 2500 سے زائد احباب شامل ہوئے ۔ ان میں ایک بڑی تعداد نومبایعین کی تھی ۔

فری ٹاؤن

مکرم امیر صاحب نے سیرت النبی ﷺ کے سات جلسوں میں شرکت کی جو کہ 19 اپریل سے شروع ہو گئے تھے ۔ ہر پروگرام میں خدا کے فضل سے اوسط حاضری 250 رہی ۔ یہ پروگرام کئی کئی گھنٹے تک جاری رہے اور لوگوں نے صحیح رنگ میں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے استفادہ کیا ۔ بعض جماعتوں نے March Past بھی کئے ۔ فری ٹاؤن میں کل 20 جلسوں کا انعقاد ہوا جن میں 1456 احمدی اور 789 غیراز جماعت افراد نے شرکت کی ۔

اس سلسلے کا سب سے بڑا پروگرام BO ریجن میں منعقد ہوا ۔ 21 اپریل کی صبح 10 بجے تین احمدیہ سیکنڈری سکولز 4 پرائمری سکولز کے طلباء، اساتذہ اور احمدیہ جماعت BO نے مل کر شہر میں March Past کیا راستے میں نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتے رہے اور درود شریف کا ورد جاری رہا ۔ March Past کے بعد سب طلباء اور احباب سکول کمپاؤنڈ میں جمع ہوئے ۔ جلسہ سے قبل وہاں کے پادریوں، مسلمان آئمہ، مختلف سکولوں کے سربراہان اور چیدہ چیدہ افراد کو خطوط لکھ کر دعوت شمولیت دی گئی ۔

یہ جلسہ BO کے احمدی پیراماؤنٹ چیف کی زیر صدارت ہوا ۔ ان کے علاوہ Southen ریجن کے انسپکٹر آف سکولز اور کئی غیراز جماعت آئمہ نے بھی جلسہ میں شرکت کی اور اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔ اس جلسہ میں 4000 افراد نے شرکت کی ۔ جلسہ کے اختتام پر مہمانوں کی کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا ۔

Gbonkobana

اس ریجن میں کئی جلسہ ہائے سیرت النبی ﷺ منعقد ہوئے ۔ خدا کے فضل سے یہ جلسے بھی بہت کامیاب ہوئے ۔ March Pass کئے گئے دُور دراز کے دیہات نے ان جلسوں میں شرکت کی ۔

ایک نومبائع گاؤں میں بھی جلسہ ہوا ۔ لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا پروگرام بہت کامیاب ہوا ۔ سوال و جواب کا پروگرام بھی ہوا ۔ اس جلسہ میں کل 232 افراد نے شرکت کی ۔ کئی دوسرے جلسوں میں 2 پیراماؤنٹ چیفس، 2 چیفڈم سپیکرز، متعدد سیکشن چیسفس، 2 چیف امامز اور بہت سے دوسرے بااثر غیر احمدی دوستوں نے شرکت کی ۔ اس کے علاوہ شاملین کے لئے کھانے کا انتظام بھی تھا ۔ ان جلسوں کی کل حاضری 2102 رہی ۔

Masiaka

ایک ٹاؤن جس کا نام Bred Ford ہے یہاں ہماری جماعت نہیں ہے ریجنل مشنری صاحب نے سیرت النبی ﷺ کا جلسہ وہاں منعقد کیا جو خدا کے فضل سے نہایت کامیاب رہا ۔ اس جلسہ کی حاضری 245 رہی جس میں 18 دیہات سے 28 آئمہ اور چیفس بھی شامل ہوئے ۔ Bred Ford کے چیفڈم سپیکر اور سیکشن چیف بھی پورا وقت موجود رہے یہ پروگرام تقریبا 4 گھنٹے جاری رہا ۔ خدا کے فضل سے لوگوں کے دلوں میں جماعت کے لئے محبت پیدا ہوئی ہے لوگوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ سب اکٹھے جماعت میں شامل ہوں گے ۔

اسی طرح Masiaka ٹاؤن میں بھی جلسہ کا اہتمام کیا گیا ۔ جلسہ سے قبل سکول کے بچوں نے ٹاؤن میں ایک گھنٹہ تک مارچ کیا اور اس کے بعد جلسہ ہوا جس میں 3 دیہات سے احباب تشریف لائے اس جلسہ کی حاضری 375 رہی ۔

Kanema

اس ریجن میں 36 مقامات پر سیرت النبی ﷺ کے جلسے منعقد ہوئے جن میں 7767 افراد نے شرکت کی ۔ خدا کے فضل سے یہاں بھی ان جلسوں کی بدولت جماعت کی نیک نامی میں اضافہ ہوا ہے ۔

Portloko

یہاں 2 جلسوں کا اہتمام ہوا جس میں 18 جماعتوں کی نمائندگی ہوئی جبکہ حاضری 390 رہی ۔

Makeni

مکرم ریجنل مشنری صاحب نے سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے ریڈیو پر تقریر کی ۔ اسی طرح 4 نومبائعین کے دیہات میں جلسہ جات کا اہتمام کیا گیا ۔

Lungi

اس ریجن میں 10 جلسے ہوئے ۔ ایک جلسہ کی خاص بات بچوں کے درمیان سیرت کے موضوع پر معلومات کا مقابلہ تھا جس کی وجہ سے لوگوں نے بڑی دلچسپی سے اس پروگرام میں شرکت کی ۔ اس اجلاس کی حاضری تقریبا 500 رہی اس جلسہ میں 11 جماعتوں کے نمائندگان شرکت کی ۔ جلسہ کے اختتام پر مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا ۔

Gbendembu

اس ریجن میں 4 مقامات پر جلسہ جات کا انعقاد ہوا ۔ یہاں بھی نومبائع گاؤں میں جلسہ منعقد ہوا ۔ ایک جگہ جلسہ کے دن نئی مسجد کا افتتاح کیا گیا ۔ غیر احمدی دوستوں کی شرکت اور شیرینی کی تقسیم بھی جلسہ جات میں ہوئی ۔

قارئین سے درخواست دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول کریم ﷺ کی سیرت کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا کرے اور سیرت سے متعلق لوگوں میں زیادہ سے زیادہ آگاہی پیدا کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

❁❁❁❁❁❁

جماعت احمدیہ ٹرینیڈاڈ کی بعض اہم تقریبات

(رپورٹ: میاں مظفر احمد خالد ۔ مبلغ ٹرینیڈاڈ)

جماعت احمدیہ ٹرینیڈاڈ کے زیر انتظام مختلف تعلیمی و تربیتی پروگرام ہوتے رہتے ہیں ۔ ذیل میں چند ایک اہم تقریبات کی مختصر رپورٹ دعا کی درخواست کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے ۔

جلسہ ہائے یوم مسیح موعود علیہ السلام

مورخہ ۲۴ مارچ کو جلسہ یوم مسیح موعودؑ والنسیہ شہر میں منعقد ہوا ۔ جبکہ دوسرا جلسہ یوم مسیح موعودؑ ۲۵ مارچ کو سپاریا شہر میں منعقد ہوا ۔ دونوں جلسوں کے پروگرام تلاوت قرآن کریم مع انگریزی ترجمہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ منظوم کلام مع انگریزی ترجمہ سے شروع ہوئے ۔ ان جلسوں میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ طیّبہ کے مختلف پہلو، آپ کے دعاوی اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موضوعات پر مقررین نے خطابات فرمائے ۔ ان جلسوں میں احباب جماعت کی حاضری ۲۰۰ سے زائد رہی جبکہ ۲۰ غیر مسلم مہمان بھی شامل ہوئے ۔

Day with needy children

مورخہ ۸ ؍مئی کو (Day with needy children) منایا گیا ۔ اس کے مطابق مختلف یتیم خانوں اور دیگر چند دیہات سے ۱۳۰ یتیم اور غریب بچوں کو K.Dona Drive in جو کہ ایک تفریحی پارک ہے، میں لے جا کر پکنک منائی گئی ۔ یہاں بچوں کی کھیل اور تفریح کا اچھا انتظام موجود ہے ۔ چنانچہ اِن سب بچوں نے احباب جماعت کی نگرانی میں خوب لطف سے دن گزارا ۔ بچوں کے لئے پھل، مشروبات اور دوپہر کے عمدہ کھانے کا انتظام کیا گیا تھا ۔ شام ۴ بجے مکرم ابراہیم بن یعقوب صاحب امیر و مشنری انچارج نے چند اختتامی کلمات کے ساتھ دعا کروا کر اس پروگرام کو ختم کیا ۔ اس کے بعد تمام بچوں میں تحائف تقسیم کر کے ان کو متعلقہ سینٹروں میں پہنچایا گیا ۔

جلسہ یوم خلافت

اسی طرح مورخہ ۲۹ ؍مئی کو نیشنل جلسہ یوم خلافت سپاریا شہر میں منعقد کیا گیا ۔ تلاوت قرآن کریم اور منظوم کلام حضرت مسیح موعودؑ مع انگریزی ترجمہ کے ساتھ جلسہ کا پروگرام شروع ہوا ۔ مختلف مقررین نے اپنے خطابات میں ’’برکات خلافت‘‘، ’’پیشگوئی درباره خلافت‘‘ اور ’’خلافت اور ہماری ذمہ داریاں‘‘ کے اہم موضوعات پر روشنی ڈالی ۔ جلسہ میں ۱۳۵ ؍احباب جماعت نے شمولیت کی ۔ جبکہ ۱۰ غیر مسلم مہمان جلسہ میں شامل ہوئے ۔

❁❁❁❁

الفضل خود بھی پڑھیئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے ۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے ۔

(مینجر)

www.Budget-Hardware.de

Web Designing

Callshop اور Internet Cafe's

نیز کمپیوٹر کا ہر قسم کا سامان ارزاں نرخوں پر دستیاب ہے

+49 179 9702505 +49 611 58027984

info@budget-hardware.de www.budget-hardware.de

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا دورہ غانا

روزنامہ 'الفضل' ربوہ 30/اپریل 2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے 2004ء میں کئے جانے والے دورہ غانا کے چند روح پرور واقعات اور ایمان افروز جھلکیاں مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مبلغ انچارج غانا کے قلم سے شامل اشاعت ہیں۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے علم میں جب دورہ کا پروگرام آیا تو حضور پرنُور کو ٹھہرانے کے لئے ابتداءً خیال پیدا ہوا کہ سرکاری گیسٹ ہاؤسز میں ٹھہرائیں۔ حکومت بھی بخوشی اس کے لئے تیار تھی۔ لیکن اس تجویز پر حضور انور نے فرمایا نہیں میں مشن ہاؤسز میں قیام کروں گا۔ اس ارشاد کے کئی فوائد بعد میں سامنے آئے۔ چنانچہ جماعت کو وقار عمل اور دیگر مالی قربانیاں کرنے کی توفیق ملی۔ جہاں مرمت کی ضرورت تھی، وہ کی گئی، مشن ہاؤسز کو روغن کیا گیا اور ہر جماعت نے اپنے اپنے مشن ہاؤسز کو اپنی بساط کے مطابق خوب سجایا۔

پھر حضور انور کے مقام اور آپ کے آرام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہماری تجویز تھی کہ آپ کیلئے ہوائی جہاز کا انتظام کیا جائے تاکہ دشوار گزار راہوں پر لمبے لمبے سفر کرنے کی دقت نہ ہو۔ اس تجویز پر بھی فرمایا: نہیں! میں بذریعہ روڈ سفر کروں گا۔ چنانچہ اس ارشاد کے نتیجہ میں بھی قربانی واخلاص کی کئی مثالیں سامنے آئیں۔ ایک دوست نے حضور انور کی خاطر ایک نئی گاڑی خریدی۔ بعض مخلص احباب نے اپنی گاڑیاں ڈرائیوروں اور پٹرول سمیت حضور انور کے وفد کے لیے پیش کر دیں۔

پھر حضور انور ایدہ اللہ کے دورہ کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ جماعت کے ہسپتالوں، سکولوں، اور مشن ہاؤسز کے زیرتعمیر حصے مکمل ہوئے۔ اکرا میں نیشنل ہیڈکوارٹرز میں تعمیر و مرمت اور تزئین ہوئی۔ ٹمالے کی زیرتعمیر مسجد کی تکمیل ہوئی۔ احمدیہ ہسپتال ڈابوآسی اور ویسٹرن ریجن کی مسجد بھی مکمل ہوئی۔ جن مساجد کا افتتاح ہونا تھا وہ مکمل ہوئیں اور زیرتعمیر مشن ہاؤسز اپنی تکمیل کو پہنچے۔ اس کے لئے جماعت نے مالی قربانی بھی کی۔ ایک دوست نے دوسو ملین سی ڈیز جیسی خطیر رقم بھی پیش کی۔

حضور انور کے دورہ سے ملک بھر میں جماعت کا خوب چرچا ہوا۔ حضور جہاں بھی تشریف لے گئے، احمدیوں کے علاوہ سرکاری افسران اور علاقوں کے چیف صاحبان نے بھی حضور کا والہانہ خیر مقدم کیا۔ اخبارات ریڈیو اور ٹی وی نے بھرپور کوریج دی۔ اکرا مرکز میں حضور انور کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ میں نائب صدر مملکت غانا Alhaj Aliu Mahama سمیت بعض سفراء اور دیگر معزز شخصیات نے شرکت کی۔ نائب صدر نے اصرار کر کے خطاب کیا جس میں جماعت کی تعریف کی اور حضور کو غانین عوام کی طرف سے خوش آمدید کہا حالانکہ عام طور پر استقبالیہ میں ایسی تقاریر نہیں ہوتیں۔ یہ نائب صدر ایک بار پہلے بھی حضور انور سے ملاقات کے لئے مشن ہاؤس تشریف لا چکے تھے۔

حضور انور سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے والوں میں حزب اختلاف کے لیڈر اور سابق نائب صدر مملکت غانا Prof. Evans Arthur Mills بھی شامل تھے۔ اسی طرح جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے غانا یونیورسٹی کے وائس چانسلر، کیتھولک کارڈینل، سفراء کی کثیر تعداد اور چیفس صاحبان کی موجودگی بھی جماعت کی نیک نامی کا ثبوت تھا۔

حضور پہلے خلیفۃ المسیح ہیں جو مغربی، مشرقی اور شمالی علاقوں اور وہاں کی دُور افتادہ جگہوں پر بھی تشریف لے گئے جیسے سلاگا اور Kpembi وغیرہ۔ یہاں جانا آسان نہ تھا۔ راستے خراب اور سڑکیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ گرمی کی شدت تھی۔ لیکن حضور انور بشاشت کے ساتھ دورہ میں مصروف تھے۔

حضور انور دورہ کے دوران دو ایسی جگہوں پر بھی تشریف لے گئے جو پروگرام کا حصہ نہ تھیں۔ ان میں Bonsu Arboretum، 165 ایکڑ علاقہ پر مشتمل ایک قدرتی جنگل بھی تھا۔ حضور انور نے بطور خاص MTA والوں کو اردگرد کا ماحول فلمانے کا ارشاد فرمایا۔ آپ نے تتلیوں کی تصاویر بھی کھنچوائیں اور بعض پودوں کے بارہ میں معلومات دیں۔ ایک قسم کی Berry کے متعلق فرمایا: اسے چکھ لیں! اس کے بعد جو بھی چیز کھائیں میٹھی ہو جاتی ہے۔

دورہ کے دوران حضور انور نے بے حد وسیع حوصلگی کا مظاہرہ فرمایا۔ دورہ کماسی کے دوران ایک بار جب حضور انور (پروگرام سے ہٹ کر) مشن ہاؤس تشریف لائے تو مشن ہاؤس بند تھا۔ چابی منگوانے میں کچھ دیر لگی لیکن حضور پرنور اس دوران خاموشی کے ساتھ کھڑے رہے اور کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔

حضور انور کی شخصیت کے روشن پہلوؤں میں آپ کی عاجزی وانکساری بھی تھی۔ اشانٹی قبیلہ کے بادشاہ سے ملاقات کے دوران (چونکہ عام طور پر دستور یہی ہے کہ بادشاہ سے ملنے کے لیے آنے والی شخصیت کھڑے ہو کر اس سے گفتگو کرتی ہے) حضور ایدہ اللہ کو جب خطاب کی دعوت دی گئی تو آپ نے برجستہ جواب فرمایا ''اگر یہاں کا دستور ہے کہ میں کھڑا ہو کر خطاب کروں تو میں اس کے لئے تیار ہوں'' اور ساتھ ہی کھڑے ہو گئے۔ حضور انور اپنے مقام و مرتبہ کو دیکھتے تو بیٹھ کر بھی گفتگو فرما سکتے تھے لیکن عاجزی وانکساری اور ملکی رواج کے احترام میں آپ نے بیٹھنا گوارا نہ کیا بلکہ کھڑے ہو کر خطاب فرمایا جبکہ اس دوران چیف صاحبان اور دیگر احباب بیٹھے رہے۔ اگرچہ حضور انور کی طرف سے کوئی بھی مثلاً خاکسار بادشاہ سے گفتگو کر سکتا تھا مگر آپ نے ملکی روایات کے احترام کی عظیم اور قابل تقلید مثال قائم کی۔ اسی طرح بادشاہ کی طرف سے اشانٹی کنگڈم کا Emblem (امتیازی نشان) جو Porcupine جانور کی شکل میں بنا ہوا تھا اور خالص سونے کا بنا ہوا تھا حضور انور کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا گیا۔ میرے علم کے مطابق اشانٹی ہینی کی طرف سے یہ خاص تحفہ آج تک حضور انور کے علاوہ کسی غیر ملکی شخصیت کو پیش نہیں کیا گیا۔

پھر صدارتی محل میں حضور انور، صدر مملکت غانا جناب John Agyekum Khufuor سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تو صدر مملکت نے آپ کا بڑا پرتپاک استقبال کیا اور کہا ''میں تو آپ کو غانین ہی شمار کرتا ہوں''۔ ان کا یہ کہنا اس وجہ سے تھا کہ حضور نے غانا میں 8 سال خدمت کی تھی۔ ملاقات کے آخر پر صدر مملکت حضور انور کو نچلی منزل کی سیڑھیوں تک چھوڑنے آئے جو ایک غیر معمولی بات تھی۔

جلسہ سالانہ میں حضور مہمان خصوصی تھے۔ جلسہ میں صدر مملکت غانا کو بھی مدعو کیا گیا تھا جو اُس دن بے حد مصروف تھے۔ اُس روز آپ نے نیشنل ہیلتھ انشورنس سکیم کے اجراء کا اعلان کرنا تھا اور افریقہ کے بعض سربراہان مملکت کی ایک اہم میٹنگ کی صدارت بھی کرنا تھی۔ چنانچہ انہوں نے حضور انور کے احترام میں فوری طور پر اپنے وزیر Hon. Jake Obtsebi Lamptey (Minister for Tourism & Modernisation of Capital City) کو اپنی تقریر دے کر بھجوایا اور پھر سربراہان کی میٹنگ کے دوران کچھ وقت نکال کر فوری طور پر جلسہ گاہ پہنچے، تاخیر سے آنے پر معذرت کی اور غانین عوام کی طرف سے حضور کو خوش آمدید کہا۔

اُن دنوں غانا میں شدید گرمی تھی جس سے بسا اوقات شدید حبس ہو جاتا۔ سفر کے دوران حضور انور جہاں بھی جاتے چلچلاتی دھوپ میں کھڑے احباب سے مصافحہ ضرور فرماتے۔ لوگ ہمہ تن پسینہ سے شرابور تھے۔ لیکن حضور انور شیروانی زیب تن کئے ہمہ وقت تروتازہ نظر آتے۔ ٹیچی مان میں جب حضور انور پہنچے تو بارش ہو رہی تھی۔ حضور بارش میں ہی احباب سے مصافحہ فرماتے رہے۔

حضور انور کی پابندی وقت بھی مثالی تھی اور یہ ادا، قافلہ کو Escort کے لئے مقرر پولیس افسران کو بہت پسند تھی جس کا وہ بار بار اظہار بھی کرتے۔

حضور انور غانا میں مختلف مقامات پر قریباً 8 سال رہے ہیں۔ آپ سلاگا اور ایسارچر میں سکولوں کے ہیڈ ماسٹر اور ٹمالے کے قریب واقع احمدیہ زرعی فارم کے نگران رہے ہیں۔ آپ ان سب جگہوں پر گئے اور اپنے پرانے ملنے والوں سے ملے۔ کافی احباب کے نام آپ کو یاد تھے۔ آپ کی یہی محبت تھی جو آپ کو سلاگا میں Kpenbi کے چیف کے ملاقات کے لئے لے گئی جس پر چیف صاحبان اور دیگر احباب نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور آپ کی خدمت میں بطور تحفہ شمالی ریجن کا خاص لباس "Smock" پیش کیا جو حضور انور نے اسی وقت زیب تن بھی فرمایا۔

حضور انور نے مقررہ شیڈیول سے ہٹ کر دو جگہوں پر خطاب فرمایا۔ پہلی جگہ احمدیہ سیکنڈری سکول سلاگا تھا جہاں آپ دو سال ہیڈ ماسٹر رہے تھے۔ یہ خطاب حضور انور کی سکول سے ذاتی محبت اور لگاؤ کی غمازی کرتا ہے۔ دوسرا خطاب جامعہ احمدیہ غانا میں تھا جو حضور کی مربیان کے ساتھ پیار و محبت کی دلیل ہے۔

تربیت اولاد اور سنّت نبوی ﷺ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 9/اکتوبر 2004ء کے تبرکات میں حضرت سید میر محمد اسحاق صاحبؓ کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں اولاد کی تربیت کے متعلق آنحضرت ﷺ کے طرزِ عمل کو پیش کیا گیا ہے۔

باپ کی شفقت اور ماں کی مامتا دنیا میں ضرب المثل ہیں۔ اگر اولاد کی محبت کا جذبہ ماں باپ کے دل میں قدرت کی طرف سے پیدا نہ کیا جاتا تو باغ عالم میں انسانی وجود کا پودا بالکل مفقود ہو جاتا کیونکہ کبھی ماں نو مہینہ تک حمل میں بچہ کو لئے نہ پھرتی۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ ہونے والے بچہ کی محبت استقرار حمل کے وقت ہی اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اس لئے گو ماں کے لئے چلنا پھرنا اٹھنا، بیٹھنا سب کچھ دوبھر ہو جاتا ہے اور ہونے والے دردزہ کے خیال سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ ہر ممکن طریق سے حمل کی حفاظت کرتی ہے اور بجائے رنج کے خوشی کا اظہار کرتی ہے۔ اور جب وہ خطرناک وقت آتا ہے تو یہ اپنی جان سے بیزار ہوتے ہوئے بھی آنے والے بچہ کی جان کی سلامتی کی دل سے متمنی ہوتی ہے اور جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والا مہمان خیروعافیت سے آگیا تو اپنی ساری تکلیفوں کو یکدم فراموش کر دیتی ہے۔ اور جب وہ بچہ اس کے آگے یہ کہہ کر ڈالا جاتا ہے کہ لے یہ تیرا نورِ چشم ہے تو اس کی چھاتیوں سے دودھ کی دھاریں بہہ پڑتی ہیں۔ وہ اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس کی فریفتہ نہیں ہوتی۔ اس کا حسن و جمال اس کے لئے باعث کشش نہیں ہوتا۔ نہ وہ یہ خیال کرتی ہے کہ یہ بڑا ہو کر اس کے لئے آرام و آسائش کا موجب ہوگا۔ بلکہ وہ محض قدرتی جذبہ اور فطرتی خاصہ کی وجہ سے اس پر جان دیتی ہے۔ اسے سینہ سے چمٹائے چمٹائے پھرتی ہے۔ وہ خود جاگتی ہے مگر اسے سلاتی ہے۔ آپ بھوکی رہتی ہے مگر اسے کھلاتی ہے۔ پورے دو برس وہ اسے اپنا خون پلا پلا کر پرورش کرتی ہے بلکہ بچوں کے جوان ہونے تک وہ دن رات ان کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتی ہے۔ پھر نہ صلہ کے لئے نہ ستائش کی خاطر بلکہ محض فطرتی محبت کی وجہ سے۔ اسی طرح شفقت پدری میں باپ دیس سے پردیس جاتا ہے۔ اپنا لہو پسینہ ایک کرتا ہے۔ ریل کے قلیوں کی طرح دن رات کام کرتا ہے۔ کیوں؟ صرف بچوں کا پیٹ پالنے

روزنامہ ''الفضل'' یکم جون 2005ء میں طبع شدہ مکرم عبدالسلام اختر صاحب کی ایک نظم ''قوم بلالؓ سے خطاب'' سے انتخاب پیش ہے:

اے خاکِ ارضِ خادمِ سردار مرسلیں
اے سلکِ تابدار کے ٹوٹے ہوئے نگیں
اے ارضِ پاک ۔ روحِ بلالؓ کی سرزمیں
دل کی نشاط ، روح کے ارماں قبول کر
قومِ بلالؓ نذرِ دل و جاں قبول کر
آیا ہے تیرے پاس زمانے کا خود امام
لے کر صفا و صدق و صداقت کا اہتمام
ساغربکف ہے بزم تو ساقی بدست جام
اٹھ اور نئی حیات کا ساماں قبول کر
قومِ بلالؓ نذرِ دل و جاں قبول کر

کے لئے، ان کی تربیت کے لئے ان کی تعلیم کے لئے، ان کی شادی بیاہ کے لئے۔ وہ اپنی آسائش پر ان کی آسائش مقدم کرتا ہے اور ان کے آرام کے لئے اپنا آرام قربان کردیتا ہے۔

لیکن جس طرح ہر جذبہ غلط اور ناجائز استعمال سے بعض دفعہ برے نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح بعض جاہل مائیں، ناعاقبت اندیش باپ، اولاد کی زندگی تباہ کردیتے ہیں جب بے جا لاڈ اور غلط پیار سے بچے بگڑ جاتے ہیں۔ ان کے اخلاق تباہ ہوجاتے ہیں وہ جاہل رہ جاتے ہیں۔ اور دنیا کیلئے بجائے مفید ہونے کے نقصاندہ اور خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

پس خدا نے ہر زمانہ میں اپنے نبی بھیج کر ان کو دنیا کے لئے فطری جذبات کے استعمال میں نمونہ بنایا اور ہمارے لئے وہ انسان نمونہ بنایا گیا ہے جو سب کا خاتم یعنی جامع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے لڑکے اور لڑکیاں، دونوں عطا کئے۔

سب سے بڑی وجہ بچوں کے خراب ہونے کی یہ ہوتی ہے کہ ماں باپ بوجہ قدرتی محبت اور فطری پیار کے بے سمجھی کے زمانہ میں بچہ کی تربیت اور اخلاق کی درستی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور جب بچہ نادانی سے نکل کر سمجھ کے میدان میں قدم رکھتا ہے اس وقت ان عادات کو دور کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اس وقت ان عادتوں کا دور کرنا ماں باپ کے اختیار کی بات نہیں رہتا۔ آنحضرت ﷺ نے ابتدا سے بچہ کی تربیت کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ جب آپ اپنی بیوی کے پاس جاتے تو دعا کرتے کہ الٰہی اگر اس فعل مباشرت سے تیرے علم میں ہمیں کوئی بچہ عطا ہونے والا ہے تو ہمیں اس وقت گندے شہوانی جذبات سے بچا۔ علم النفس کے ماہرین کی متفقہ شہادت سے ثابت ہے کہ بچہ کے اخلاق پر ماں باپ کے خیالات اور جذبات کا بہت اثر ہوتا ہے۔

پھر جب بچہ پیدا ہوتا تو رسول کریم ﷺ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہتے۔ پیدائش کے بعد پہلی خوراک یعنی گھٹی دیتے وقت برکت کی دعا کرتے۔ پھر ساتویں دن آپ عقیقہ کرتے اور بچے کی طرف سے قربانی دیتے۔ اس کے سر کے بالوں کو تول کر ان کے ہم وزن چاندی صدقہ کردیتے۔ اس سے یہ ظاہر کرتے کہ بچہ کے اخلاق کی تربیت لازمی ہے۔ محض اسے کھلانا پلانا اور آرام سے رکھنا ہی ضروری نہیں کیونکہ کھا پی کر تو یہ محض حیوان ہوگا اور حیوان تو وہ جانور بھی تھا جو اس کے لئے قربان کردیا گیا۔ پھر رسول کریم ﷺ اسی روز لڑکوں کا ختنہ کرتے تا یہ ظاہر کریں کہ جس طرح بچے کی باطنی پاکیزگی اور طہارت کا خیال رکھنا ماں باپ کا فرض ہے اسی طرح اس کے جسم کی درستی اور صحت کا خیال رکھنا بھی ان پر واجب ہے۔

پھر ایام رضاعت میں بعض لوگ بچوں کی ظاہری صفائی کا خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ ظاہر کا اثر باطن پر اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ رسول کریم ﷺ اپنے صاحبزادہ ابراہیم کو دیکھنے کے لئے اس کی دایہ کے گھر تشریف لے جاتے اور بچے کو منگا کر پیار کرتے اور اسے سونگھتے کہ ہوسکتا ہے کہ بچہ دیکھنے میں صاف ستھرا معلوم ہو مگر سونگھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اسے پوری طرح صفائی سے نہلایا گیا ہے یا نہیں۔

اسی طرح اگر بچے کی بھلائی اور اس کی روحانی یا جسمانی تربیت کے لئے بچے کو اس کی والدہ سے الگ کئے جانے کی ضرورت پڑے تو بہت سی مائیں بچے کی اخلاقی تباہی برداشت کرلیں گی مگر اپنے سے جدا نہ کریں گی۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے بچہ ابراہیم کو ایک لوہار کے سپرد کیا کہ اس کی بیوی اس کو دودھ پلایا کرے۔ اور بچہ کی صحت کی خاطر اسے گھر سے باہر بھیج دیا حالانکہ اس وقت آپؐ کے صاحبزادہ کی عمر صرف دو ماہ کی تھی۔ پس بچہ کے وجود سے یہ غرض نہیں کہ وہ ہمارا کھلونا بنے اور صرف ہمارا دل بہلانے کے لئے اور چومنے اور چاٹنے کے لئے ہمارے پاس موجود رہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی ہمارے پاس ایک امانت ہے۔

پھر جب بچہ ایام رضاعت ختم کرتا ہے تو وہ کھانے پینے کے معاملہ میں کسی قانون کی پابندی کے اندر نہیں رہنا چاہتا۔ دائیں اور بائیں ہاتھ سے دسترخوان پر اس کا ہاتھ سب برتنوں میں پڑتا ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنے بچوں کی تربیت میں ان تمام امور کا خیال رکھا۔ ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ نے کھیلتے کھیلتے زکوٰۃ کی کھجوروں کے ڈھیر سے ایک کھجور اپنے منہ میں ڈال لی۔ آپ نے فوراً ان کے منہ سے نکال کر پھینک دی۔ اور فرمایا کہ صدقہ ہمارے خاندان کے لئے جائز نہیں۔ اگرچہ اس وقت امام حسنؓ کی عمر 3-4 سال کی تھی۔

اسی طرح آپؐ کا ربیب ابن ابی سلمہ آپؐ کی گود میں بیٹھ کر آپ کے ساتھ کھانا کھانے لگا اور اس کے ہاتھ برتن کے چاروں طرف پڑنے لگے۔ تو آپؐ نے فرمایا بچے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ اور برتن میں صرف اپنے آگے سے کھانا لو۔ سارے برتن میں ہاتھ نہ ڈالو۔

اسی طرح بہت سے ماں باپ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ جلدی بولنا سیکھے خواہ وہ گالیاں ہی سیکھے۔ عقلمند شخص وہ ہے جو بچہ کو ایسی باتیں سکھائے جو اچھی اور نصیحتوں پر مبنی ہوں۔ حضرت امام حسنؓ کو رسول مقبول ﷺ نے اُن کے بولنا شروع کرنے پر ایک فقرہ حفظ کرایا تھا، یعنی چھوڑ دے وہ بات جو بری شبہ والی ہو اور اختیار کر وہ بات جو اچھی اور شبہ سے پاک ہو۔ اسی طرح آپؐ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو دعائیں سکھاتے تھے۔

جس طرح بچوں کے اخلاق کی نگرانی کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ان سے پیار کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جو شخص بچے سے پیار نہیں کرتا بچے کو بھی اس سے اُنس پیدا نہیں ہوتا اور جب تک اُنس نہ ہو بچہ پر کبھی اس کی باتوں کا اثر نہ ہوگا۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ اپنے بچوں کو پیار کرتے تھے۔ ان کو گودی میں اٹھاتے تھے۔ ان کا دل بہلاتے تھے۔ حالانکہ اس وقت کے جاہل عربوں کے نزدیک یہ امر وقار کے خلاف تھا۔ ایک شخص نے آپؐ کو اپنے نواسہ سے پیار کرتے ہوئے دیکھ کر کہا یا رسول اللہ میرے دس لڑکے ہیں۔ مگر میں نے کبھی انہیں پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تیرے دل سے اللہ شفقت نکال لے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔ اس فقرے سے معلوم ہوا کہ پیار ایک طبعی امر ہے اور جو اپنے بچوں کو پیار نہیں کرتا وہ صاحب وقار نہیں بلکہ قسی القلب ہے۔ آپؐ سجدہ کی حالت میں ہوتے اور آپؐ کا کوئی بچہ آپؐ کی پشت پر سوار ہوجاتا تو آپ توقف فرماتے اور جب وہ اترتا تو سجدہ سے سر اٹھاتے۔ آپؐ نے ایک دفعہ اپنی نواسی امامہ کو گود میں لے کر نماز پڑھی جب سجدہ میں جاتے تو اسے اتار کر بٹھا دیتے۔ پھر اٹھتے تو اٹھا لیتے۔ آپ سفر میں ہوتے تو اپنے چھوٹے رشتہ دار بچوں کو اپنے ساتھ باری باری سوار کرتے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بچے کو کھانے کو دو، کپڑے پہناؤ، اس کی فرمائش پوری کرو، اسے کھلونے لے دو، سب کچھ کرو۔ بیشک خوش ہوجائے گا مگر جب اسے گود میں اٹھا کر پیار کرو تو پھر دیکھو وہ کس فخر کی حالت میں ہوگا۔

پھر بعض لوگ سمجھتے ہیں ہم بچوں کو جو بھی برا بھلا کہہ لیں جائز ہے، اسے چون و چرا نہیں کرنی چاہیے۔ یہ سب ٹھیک ہے۔ سعادت مند بیٹے ہم نے ایسا ہی کرتے دیکھے ہیں۔ مگر والدین کو خود ان کی عزت کا خیال کرنا چاہئے حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اے لوگو اپنے بچوں سے عزت سے پیش آیا کرو۔ بعض نوجوان صرف اس لئے باپ کا مقابلہ کرتے اور نافرمان بن کر دین و دنیا کی تباہی خرید لیتے ہیں کہ باپ اپنے باپ ہونے کے زعم میں ان سے بات چیت میں وہ سلوک کرتے ہیں جسے بچے اپنے دوستوں کی نگاہ میں اپنے لئے باعث ذلت سمجھتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ جب اپنے گھر سے رسول ﷺ کے گھر تشریف لے جاتیں تو آپؐ کھڑے ہوکر ملتے اور اپنی جگہ انہیں بٹھاتے، اپنا تکیہ ان کو دیتے۔ کیا اس سے بڑھ کر اولاد کی عزت کی کوئی مثال ہے؟

پھر جب بچے ذرا بڑے ہوتے ہیں اور کوئی بدعنوانی ان سے سرزد ہو تو عموماً لوگ بجائے اپنی اولاد کو سمجھانے کے شکایت کرنے والوں سے لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں۔ نتیجۃً ان کی اولاد اور زیادہ بگڑتی ہے۔ اسلئے عقلمند وہ ہے جو کبھی اپنی اولاد کی ناجائز حمایت نہ کرے بلکہ بچہ کا قصور ہے تو ضرور اسے سزا دے۔ ایک معزز خاندان کی عورت کے چوری کرنے پر جب رسول کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا تو اس کی برادری کے لوگ سفارش لے کر پہنچے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اسکی رعایت نہ کرتا۔

پھر اکثر لوگ اگر اُن کا بچہ فوت ہوجائے تو وہ صبر نہیں کرتے اور جزع فزع کے مرتکب ہوتے ہیں جو شریعت کے رو سے حرام ہے۔ ان کا دل خدا کے خلاف غیظ وغضب سے پُر اور ان کی زبان شکوہ کا ایک کھلا ہوا دفتر ہوتی ہے۔

پھر بعض جھوٹے وقار والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بچوں کے مرنے پر لوگوں کے سامنے رنج کا اظہار یا آنکھ کے آنسو اپنے لئے باعث بزدلی سمجھتے ہیں۔ مگر کیا یہ سخت دلی نہیں؟ رسول کریم ﷺ کے کئی بچے آپؐ کے سامنے فوت ہوئے۔ جوان بھی، بچے بھی۔ آپؐ کے صاحبزادہ ابراہیم جب فوت ہوئے تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ بھی روتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: عوف کے بیٹے! یہ رحمت ہے جو خدا نے بندوں کے دل میں رکھی ہے۔ پھر فرمایا آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل تیرے فراق سے اے ابراہیم غمگین ہے۔ پھر ہم زبان سے نہیں کہتے مگر وہی بات جو ہمارے ربّ کی رضامندی کا باعث ہو۔

آپؐ کی ایک بیاہی بیٹی فوت ہوئی آپؐ نے کمال صبر و تحمل سے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ اور جب جنازہ قبر میں اتارا گیا تو آپؐ کے آنسو بہنے لگے۔ غرض جو صبر کا نمونہ آپؐ نے دکھایا وہ نہ دل کی سختی پر اور نہ خدا کے شکوہ پر مبنی ہے بلکہ عین فطرت صحیحہ اور تعلق باللہ پر دلالت کرتا ہے۔

پھر اولاد میں جفاکشی، ایثار اور اخلاق کا جذبہ پیدا کرنا بھی والدین کا فرض ہے۔ اگر بچے کی ہر بات میں فرمائش پوری کردی جائے تو یقیناً ایسا بچہ بڑا ضدی اور آرام طلب ہوگا۔ وہ ایثار کا نمونہ نہ دکھا سکے گا۔ نہ وہ جذبات کے روکنے کے موقعہ پر اپنے جذبات پر قابو رکھ سکے گا۔ آنحضور ﷺ نے اس امر کا بہت خیال رکھا ہے۔ مثلاً ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا مجھے چکی پیسنے، کنوئیں سے پانی لانے اور گھر کے دوسرے بہت سے کام کرنے کی وجہ سے بہت تکلیف ہے حتیٰ کہ میرے ہاتھوں میں چھالے بھی پڑ جاتے ہیں، مجھے کوئی لونڈی یا کوئی غلام عنایت کیا جائے۔ آپؐ تک یہ درخواست پہنچی تو آپؐ حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بیٹی آؤ تم کو ایسی بات سکھاؤں جو لونڈی اور غلام سے مستغنی کردے۔ اور فرمایا ہر نماز کے بعد 33,33 بار سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ معاذاللہ رسول کریم ﷺ کو حضرت فاطمہ کی امداد سے مضائقہ تھا۔ کیونکہ آپؐ نے صفا پر چڑھ کر جو مکہ والوں کے لئے ایک اعلان عام کیا تھا اس میں اپنی بیٹی فاطمہ کو مخاطب کرکے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب تجھے ضرورت پڑے جتنا بھی مال ہوگا، تُو مانگے گی تو میں تجھے دوں گا۔

اسی طرح اکثر والدین اولاد کی ظاہری خوشی کافی سمجھتے ہیں، خواہ ان کی روحانی اور خلاقی حالت کیسی ہی ہو۔ مگر آپؐ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی! میری اولاد کو گزارے لائق رزق دیجیو کہ نہ تو وہ کسی کی محتاج ہو اور نہ روپیہ کی افراط سے دنیا کے عیش و عشرت میں مبتلا ہوجائے۔

اسی طرح بعض اولاد کی خاطر ناحق لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اگر کوئی خواہ نصیحت کے طور پر کسی کے بچے کو تھپڑ مارے تو وہ اسے قتل کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ یہ جذبہ حیوانی ہے۔ رسول مقبول ﷺ کی صاحبزادی زینبؓ کو ہجرت کرتے ہوئے دوران سفر ابن ہبیرہ نے پتھروں سے زخمی کیا جس کے نتیجے میں اسقاط اور اس سے ان کی وفات ہوگئی۔ قیاس کرو کیا حال ہوا ہوگا رقیق القلب باپ کا جب اس نے یہ حادثہ سنا ہوگا اور جب اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی پیاری بیٹی نے دم توڑا ہوگا۔ مگر قربان جائیے رسول اللہ ﷺ کے کہ فتح مکہ کے بعد جب ابن ہبیرہ مسلمان ہوکر سامنے آیا تو آپؐ نے اسے معاف کردیا۔ صرف اس لئے کہ آپؐ کا یہ ارشاد تھا کہ اسلام لانے سے پہلے کہ تمام جرم اسلام مٹا دیتا ہے۔

پھر دنیا میں یہ دستور تھا کہ بادشاہ کی وفات پر اس کا بیٹا تخت نشین ہو خواہ بیٹا نالائق اور ناقابل ہو۔ لیکن اولاد کی محبت نے دنیا کو اندھا کردیا ہے۔ دنیا میں محمد رسول اللہ ﷺ پہلے بادشاہ ہیں کہ آپؐ نے اس بدرسم کو ترک کردیا۔ آپؐ کے بیٹوں کی طرح پیارے نواسے اور حضرت علیؓ جیسا داماد موجود تھا مگر بادشاہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہوئے جن کے باپ کو سن کر یقین نہ آیا تھا کہ ان کے بیٹے کو محمد رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے لوگ بادشاہ تسلیم کرچکے ہیں۔

پھر یہ حضرت رسول کریم ﷺ کی ہی تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپؐ کی لڑکی سیدۃ النساء اور امام حسنؓ اور حسینؓ سید اشباب الجنۃ ہوئے۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 | Friday September 02 , 2005 | Issue No. 35

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

فیصلہ اسمبلی 1974ء پر چشم بصیرت سے ایک نظر

اوّل: 7رستمبر 1974ء کا دن تاریخ احمدیت میں سنگِ میل (Land Mark) ہے اور یوم الفرقان بھی کیونکہ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق 73 فرقوں میں سے 72 فرقے آگ لگانے میں اکٹھے ہوگئے اور جماعت احمدیہ کو ''ناٹ مسلم'' کا نام دے کر اس کے ناجی اور حقیقی مسلمان ہونے پر مہر تصدیق کردی گئی۔

دوم: کہتے ہیں کہ متحدہ پنجاب اسمبلی میں جبکہ مسٹر ایس پی سنگھا اسمبلی کے سپیکر اور پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر تھے پنجاب کی برسرِ اقتدار پارٹی کی ایک قرارداد پر اپوزیشن نے ہنگامہ آرائی کی یہاں تک کہ مار پٹائی تک نوبت پہنچ گئی جس پر سپیکر نے رولنگ دی کہ معزز ارکان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ اسمبلی ہال ہے چنگڑ محلّہ نہیں۔ اس پر سنّاٹا چھا گیا اور خاموشی کے ساتھ پوری قرارداد متفقہ طور پر پاس ہوگئی اور قانون کا حصہ بنی۔ اتفاق کی بات ہے کہ اگلے دن فی الحقیقت چنگڑ محلّہ زبردست ہلّڑ بازی کا شکار ہوگیا۔ جب شور وفغاں بہت زیادہ بڑھنے لگا تو ایک نوجوان جو ایک روز قبل اپنی آنکھوں سے پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں معزز ارکان کے گتھم گتھا ہونے کا تماشہ مشاہدہ کرچکا تھا، اٹھ کھڑا ہوا اور شرم دلاتے ہوئے کہا کہ یاد رکھو یہ چنگڑ محلّہ ہے، اسمبلی ہال نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس پر سب چنگڑوں نے مکمل خاموشی اختیار کرلی اور چند سیکنڈ میں دوبارہ خوشگوار ماحول پیدا ہوگیا۔

احراری رسالہ 'لولاک' فیصل آباد (6رنومبر 1983ء صفحہ 8) تو مدت سے اعلانِ عام کرچکا ہے کہ:

''**7 ستمبر کو اس وقت کی فاسق و فاجر حکومت** نے غیر مسلم قرار دینے کا تاریخی فیصلہ کیا''۔

لہٰذا سرکاری مسلمانوں اور پاکستانی ملّاؤں کو اس فاسق و فاجر اسمبلی کے ''دستِ مبارک'' سے سندِ مسلمانی مبارک ہو۔ ؎

اے مدّعی نہیں ہے تیرے ساتھ کردگار
یہ کفر تیرے دیں سے ہے بہتر ہزار بار

سوم: مسلمان ہونے کا ہمیشہ ایک ہی طریق رہا ہے اور وہ ہے کلمہ کا پڑھنا۔ زمانہ نبویؐ سے 6 ستمبر 1974ء کی شام تک اسی کلمہ سے کروڑوں بلکہ اربوں دائرہ اسلام میں آئے اور مسلمان کہلائے۔ مگر بھٹو کی جوتیوں کو اپنی داڑھی سے صاف کرنے کی پیشکش کرنے والے علماء نے جعلی اور جدید کلمہ بنا کر چودہ صدیوں کے تمام کلمہ گوؤں کو 'ناٹ مسلم' بنا دیا اور خَاتَمَ النَّبِيِّيْن کے معنی ''غیر مشروط آخری نبی'' اختراع کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تختِ ختم نبوت پر عیسیٰ علیہ السلام کو بٹھا ڈالا۔ کیونکہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے پر وہ حقیقی طور پر آخری نبی ہوں گے اور ان کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا نہ پُرانا۔

دوسری طرف شہنشاہ نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح محمدی کو چار دفعہ ''نبی اللہ'' کہہ کر اور اپنے صاحبزادہ اور لختِ جگر حضرت ابراہیمؑ کو نبی کا خطاب عطا کرکے ''فاسق و فاجر اسمبلی'' کے ''تاریخی فیصلہ'' کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ بایں ہمہ ''منبر و محراب'' کے وارث فرمان نبوی کو خاطر میں ہی نہیں لاتے اور صبح شام اپنا راگ ہی الاپے جا رہے ہیں ؎

مسلم ہے مگر نبی کی نہیں سنتا

بالفاظ دیگر وہ اس زمانہ میں قرآنی پیشگوئی ﴿وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا﴾ (الجمعہ:12) کا مصداق بن چکے ہیں۔ خدا کا رسول تنہا انہیں حق کی طرف بلا رہا ہے اور وہ اپنے ''مذہبی کاروبار'' اور کھیل تماشوں یعنی مظاہروں میں مصروف ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

چہارم: جناب مودودی صاحب قرارداد کے ''خالقوں'' کی بدحواسی پر نوحہ کناں ہیں۔ فرماتے ہیں:

''7 ستمبر کو قومی اسمبلی نے آئینی ترمیم کے علاوہ ایک قرارداد بھی منظور کی ہے کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ الف کے بعد 'ب' کا اضافہ کیا جائے جس میں درج ہو کہ ''ایک مسلمان جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے مفہوم مندرجہ آئین پاکستان دفعہ 260 شق نمبر 3 کے خلاف عقیدے کا اعلان یا اس کے خلاف عمل یا تبلیغ کرے **وہ قابل سزا و تعزیر ہوگا**''۔

''یہ قرارداد غالباً عجلت میں مرتب اور پاس کردی گئی ہے اور اس کی ابتدا میں مسلمان کا لفظ رکھنے کی وجہ سے اس میں یہ ابہام و اشتباہ پیدا ہوگیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کے متعلق یہ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ جرم شنیع کا مرتکب ہوگا اور مرتکب ہونے کے بعد وہ مسلمان کہلانے کا مستحق رہے گا ......لہٰذا تعزیرات پاکستان میں اس مجوّزہ ترمیم کو واضح اور غیر مبہم بنانے کے لئے مسلمان کی بجائے مدّعی اسلام لکھا جائے''۔

(رسالہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک 15دسمبر 1974ء صفحہ 29)

مشہور لطیفہ ہے کہ ایک بوڑھا شخص تیز چلتی گاڑی میں سوار ہوا تو اس کی شجاعت اور بہادری پر ڈبہ میں بیٹھنے والے سبھی عش عش کر اٹھے مگر اس بوڑھے نے یہ بتا کر اپنے ڈھول کا پول کھول دیا کہ یہ کوئی کارنامہ نہیں۔ دراصل میں دوسرے عزیزوں کو گاڑی پر سوار کرانے کے لئے آیا تھا وہ نیچے رہ گئے اور میں سرپٹ دوڑ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

پنجم: جناب مودودی صاحب اور ان کے ہم مسلک رفقاء نے قرارداد اسمبلی کی تائید کرکے ملت اسلامیہ بلکہ اسلام سے بغاوت کی کیونکہ 73 فرقوں میں منقسم ہونے والی امت میں حدیث میں صرف ایک ناجی اور دوسرے سب کو ناری قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''یہ (ناجی) گروہ نہ کثرت میں ہوگا نہ اپنی کثرت کو اپنے حق ہونے کی دلیل ٹھہرائے گا۔ بلکہ اس امت کے 72 فرقوں میں سے ایک ہوگا۔ اور اس معمور دنیا میں اس کی حیثیت اجنبی اور بیگانہ لوگوں کی ہوگی۔ پس جو جماعت محض اپنی کثرت کی بناء پر اپنے آپ کو وہ جماعت قرار دے رہی ہے جس پر اللہ کا ہاتھ ہے ....اس کے لئے تو حدیث میں امید کی کوئی کرن نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں اس جماعت کی دو علامتیں نمایاں طور پر بیان کردی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہوگی۔ دوسری یہ کہ نہایت اقلیّت میں ہوگی۔''

(ترجمان القرآن ستمبر اکتوبر 1945ء)

یہی نہیں، انہیں مسلّم ہے کہ زمانہ ایک نبی کا تقاضا کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ ایسے وقت میں مسلمانوں کی کامیاب راہنمائی کرسکتے جبکہ زمانہ بالکل بدل چکا تھا اور علم وعمل کی دنیا میں ایسا عظیم تغیّر واقع ہوچکا تھا کہ جس کو خدا کی نظر تو دیکھ سکتی تھی مگر کسی **غیر نبی انسان** کی نظر میں یہ طاقت نہ تھی کہ قرنوں اور صدیوں کے پردے اٹھا کر اُن تک پہنچ سکتی۔''

(تنقیحات صفحہ 27 مکتبہ جماعت اسلامی)

انہیں یہ بھی یقین تھا کہ:

''اکثر لوگ اقامتِ دین کی تحریک کیلئے کسی ایسے مردِ کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو اُن میں سے ایک ایک شخص کے تصوّرِ کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں ....دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے دے تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں۔''

(ترجمان القرآن دسمبر جنوری 43-1942ء صفحہ 406)

ششم: اسمبلی نے کانگرسی ملّاؤں کے شدید دباؤ کے نتیجہ میں احمدیوں کے قانوناً ناٹ مسلم ہونے کا فیصلہ کرکے ریڈکلف ایوارڈ کے فیصلے کو برحق اور حق وانصاف پر مبنی تسلیم کرلیا ہے بلکہ اگر اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق کشمیر میں استصواب رائے ہوا اور پاکستان کی طرح اہل کشمیر کے مسلمان ووٹر کے عہد نامہ میں ''ختم نبوت'' کا حلف نامہ بھی ملّاؤں کے دباؤ پر شامل کردیا گیا تو غالب گمان ہے کہ پاکستان کو آزاد کشمیر کے خطہ سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا اور وہ بھی ''تحفظ ختم نبوت'' کے حوالہ سے۔

بھٹو کے فیصلہ اسمبلی پر ''ختم نبوت کے چیمپئن'' شورش کاشمیری نے انہیں خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے لکھا تھا:

''مسٹر بھٹو نے اپنے اس فیصلے اور اقدام سے پچھلی تمام حکومتوں کو شہ مات دے دی ہے۔ حضور سرورِ کائنات کے دربار میں اُن کیلئے بڑا اجر ہے۔ انہوں نے ختم نبوت کی پاسبانی کی ہے اُن کی عزت کا محافظ اللہ ہوگا۔''

(چٹان 11-10ستمبر 1974صفحہ 5)

؎

ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے
اگر سوچو یہیں دارالجزاء ہے

ہفتم: 7 ستمبر کا فیصلہ اس لحاظ سے بھی صداقت احمدیت کا چمکتا ہوا نشان ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ مسیحیت سے پانچ سال اور قیام جماعت احمدیہ سے تین سال قبل جبکہ آپ کے حلقہ بیعت میں دنیا بھر میں ایک بھی شخص نہیں تھا بذریعہ اشتہار 20رفروری 1886ء خداتعالیٰ کے یہ الہامات ریکارڈ کردئے کہ ''خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہوجائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا...........اور تیری دعوت کو زمین کے کناروں تک پہنچادوں گا....میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس واموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1صفحہ 103-102)

خدا کے فضل و کرم سے دنیا کے کناروں تک مسیح موعودؑ کی دعوت پہنچ چکی ہے اور MTA کے ذریعہ اس پیشگوئی کا ظہور ہر لحہ پوری شان سے ہو رہا ہے۔ پیشگوئی میں دلی محبوں کے گروہ کو کثرت بخشنے کا وعدہ کیا گیا تھا جس کی بنیادی اینٹ 23مارچ 1889 کو رکھی گئی۔ ازاں بعد قافلہ احمدیت پہلے سینکڑوں پھر ہزاروں اور لاکھوں میں بڑھتا چلا گیا۔ 1974 میں اُسے ''اقلیت'' سمجھا گیا جو ''کثرت'' بخشا جانے سے قبل ایک لازمی اور عبوری مرحلہ تھا۔ جماعت احمدیہ کا قافلہ اس مرحلہ سے کامیاب اور مظفر ومنصور ہوکر لاکھوں سے کروڑوں میں تبدیل ہوچکا ہے اور وہ دن دور نہیں جبکہ ربّانی بشارت کے مطابق انشاء اللہ یہ اقلیت، اکثریت میں اور دنیا بھر کی اکثریتیں اقلیت میں بدل جائیں گی۔ ؎

ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے

❁❁❁❁❁

الفضل انٹرنیشنل میں

اشتہار دے کر

اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

(مینیجر)